پاکستان میں اظہار رائے کی آزادی پر پابندیاں

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ

اگست 2018

پاکستان میں اظہار رائے کی آزادی پر پابندیاں

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ

اگست 2018

اعلان

اس رپورٹ میں موجود حقائق کی صداقت کو یقینی بنانے کے لیے تمام ممکنہ اقدامات کیے گئے ہیں۔ اگر کوئی مواد نادانستا طور پرشامل ہونے سے رہ گیا ہو تو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اس کا ذمہ دار نہیں ہے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق 2018

ایوان جمہور، 107 ٹیپو بلاک

نیو گارڈن ٹائون

لاہور

پاکستان

ٹیلی فون: 5969 3586 ,3841 3583 ,4994 3586 42 92+

فیکس: 3582 3588 42 92+

ای میل: www.hrcp-web.org

فہرست مضامین

تعارف **1**

پرنٹ میڈیا میں ترسیل پر پابندیاں اور کاروبار پر اثرات **1**

آزاد جموں و کشمیر، بلوچستان اور خیبرپختونخوا 1

پنجاب 2

سندھ 2

ترسیل پر پابندیاں اور کاروبار پر اثرات 2

براڈکاسٹ میڈیا میں نشریات پر پابندیاں اور کاروبار پر اثرات **2**

پرنٹ اور براڈکاسٹ میڈیا میں اظہار رائے کی آزادی پر پابندیاں **3**

صحافتی امور سے متعلق ہدایات اور دھمکیاں 3

گلگت – بلتستان 3

اسلام آباد 4

پنجاب 6

سندھ 7

رشوت، عنایات یا مخصوص بیانیے 7

صحافیوں کی یونینوں یا ایسوسی ایشنوں کا کردار 7

ماحصل **8**

ضمیمہ 1: سوالنامہ 9

ضمیمہ 2: ڈان کی ترسیل پر پابندیاں 13

ضمیمہ 3: ڈیجیٹل شعبے میں اظہار رائے کی آزادی پر پابندیاں 15

تعارف

گزشتہ کئی ماہ کے دوران صحافیوں، بشمول رپورٹروں، ایڈیٹروں اور اینکرز کی ایک بڑی تعداد نے پاکستان میں پرنٹ اور نشریاتی میڈیا میں آزادی اظہار میں وسیع مداخلت کا بارہا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ، ڈان کی فروخت اور ترسیل سے منسلک افراد بشمول اخبار کے ہاکرز اورریٹیلرز نے مینجمنٹ کی اس شکایت کی تائید کی ہے کہ ملک بھر میں اخبار کی ترسیل میں غیر قانونی مداخلت کا سلسلہ جاری ہے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کو میڈیا کے مختلف افراد کے علاوہ ڈان کی مینجمنٹ کی جانب سے ایک تفصیلی شکایت موصول ہوئی، جس کے بعد کمیشن نے ایک آزادانہ فیکٹ فائنڈنگ مشق کا انعقاد کیا۔ یہ رپورٹ اسی فیکٹ فائنڈنگ مشن کا ماحصل ہے۔ یہ مشق ایک خاص طور پر تیار کیے گئے سوالنامے پر مبنی تھی جس کا مقصد آزادی اظہار پر عائد پابندیوں کی نوعیت کا اندازہ لگانا تھا(**ضمیمہ 1 دیکھیے**)۔ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ ٹیم نےبلوچستان، گلگت- بلتستان، دارالحکومت اسلام آباد، پنجاب اور سندھ میں پرنٹ اور نشریاتی میڈیا سے وابستہ افراد کے انٹرویو کیے۔

ان انٹرویوز کے دوران، بہت سے افراد نے نام ظاہر نہ کرنے کی درخواست کی اور ہم ان کی خواہش کا احترام کرتے ہیں۔ انٹرویو دینے والے بہت سے افراد نے خاص طور پر ریاستی اور/انٹیلی جنس ایجنسیوں کا ذکربھی کیا ہے۔ ایچ آر سی پی یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ میڈیا کی جانب سے جن وسیع تحفظات کااظہار کیا ہے ان کے بارے میں ان ایجنسیوں کو درست طریقے سے آگاہ کیا جائے گا اور اس دوران انٹرویو دینے والے افراد کی نام ظاہر نہ کرنے کی درخواست پر سختی سے عمل کیا جائے گا۔

ایچ آر سی پی نے اسی قسم کی مداخلتوں کا مشاہدہ دی نیوز کی ترسیل اور جیو ٹی وی کی نشریات میں بھی کیا۔ اپریل میں جیو ٹی وی کو کسی مناسب وضاحت کے بغیر پہلے بند اور پھر بحال کردیا گیا۔ چونکہ کمیشن سے براہ راست کسی نے رابطہ نہیں کیا تھا اس لیے اس نے اس وقت ان واقعات کی تحقیقات نہیں کی تھی، لیکن تب سے اسے ایسے شواہد ملے ہیں جو ناروا مداخلت کو ثابت کرتے ہیں۔

25 جولائی 2018ء کو ہونے والے عام انتخابات سے، چند علاقوں میں نہ صرف ڈان بلکہ دی نیوز، جنگ، اور نوائے وقت کی ترسیل پر پھر سے پابندیاں دیکھنے میں آئی ہیں۔ ایچ آر سی پی اپنی تحقیقات کی بنیاد پرپاکستان کی وفاقی اور صوبائی حکومتوں اور تمام ریاستی اداروں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس رپورٹ میں پیش کی گئی شکایات کا مناسب نوٹس لیں اور آزادی اظہار میں ناجائز، غیر قانونی اور خلاف قانون مداخلت کی ممانعت اور روک تھام کو یقینی بنائیں۔

پرنٹ میڈیا میں ترسیل پر پابندیاں اور کاروبار پر اثرات

ڈان کی ترسیل پر پابندیوں سے متعلق ایچ آر سی پی کی تحقیقات کا آغاز اس وقت ہوا جب کمیشن کو ڈان مینجمنٹ کی جانب سے ایک رسمی درخواست موصول ہوئی جس میں صورتحال کاآزادانہ تجزیہ کرنے کی درخواست کی گئی اور کہا گیا کہ:

ڈان کو ان کمرشل اور رہائشی علاقوں میں اپنے اخبارات کی ترسیل کے حوالے سے مسلسل دھمکیوں کا سامنا ہے جوافواج پاکستان سے منسلک ہیں---- ہمارا ماننا ہے کہ اخبار کو آزاد ہونے اور ایک جرأت مندانہ ادارتی پالیسی رکھنے کی سزا دی جارہی ہے۔

ایچ آر سی پی کی جانب سے بلوچستان، پنجاب اور سندھ میں ڈسٹری بیوٹروں سے کیے گئے انٹرویو ڈان کی جانب سے عائد کیے گئے الزامات کی تصدیق کرتے ہیں۔ 12 مئی 2018ء کو سابق وزیر اعظم نواز شریف کا انٹرویو شائع کیے جانے کے بعد سے مخصوص شہروں اور قصبوں میں ڈان کی ترسیل بند ہے۔ ہاکر اور سیلز ایجنٹوں کوڈان کی کاپیوں کی باقاعدہ خریداروں کو ترسیل کے دوران مسلسل ہراسانی، دھمکیوں اور جسمانی جبر کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ ڈان کی مینجمنٹ کی جانب سے موصول ہونے والی تفصیلی رپورٹ کے لیے **ضمیمہ 2** دیکھیں جس میں ملک بھر میں ترسیل میں حائل رکاوٹوں کی وسعت کی نشاندہی کی گئی ہے۔

آزاد جموں و کشمیر، بلوچستان اور خیبرپختونخوا

چکدرہ (کے پی) اور باغ (اے جے کے) میں سادہ کپڑوں میں ملبوس افراد نے سیلز ایجنٹوں سے رابطہ کیا جنھوں نے انہیں ڈان فروخت نہ کرنے کو کہا اور ان کے صارفین سے متعلق معلومات طلب کیں۔

تربت، گوادر اور سبی میں ڈان کی ترسیل 15 مئی سےکمی کا شکار ہے۔ کوئٹہ کے کینٹ کے علاقوں میں ہاکرز کا کہنا ہے کہ ان کی تلاشی لی گئی اور ڈان کی کاپیاں قبضے میں لے لی گئیں۔

پنجاب

میانوالی کے ایک سیلز ایجنٹ کے مطابق، اسے ڈان اخبار کی ترسیل پر دھمکیاں دی گئیں۔ اوکاڑہ کینٹ میں سیلز ایجنٹوں کو ملنے والی دھمکیوں کے بعد سے ڈان مکمل طور پر بند ہے۔ لاہور، جہلم، کھاریاں، اور راہوالی میں ہاکرز کو خبردار کیا گیا کہ وہ ڈی ایچ اے اور کینٹ کے علاقوں میں ڈان اخبار کی ترسیل نہ کریں۔ اوکاڑہ کینٹ میں ایجنٹ کو دی گئیں دھمکیوں کے باعث ڈان کی ترسیل مکمل طور پر بند ہے۔ انتخابات سے، نہ صرف ڈان بلکہ دی نیوز، جنگ اور نوائے وقت کی ترسیل پر پابندیوں میں تشویش ناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ ڈی ایچ اے میں ان اخبارات کی ترسیل کرنے والے کم از کم چار ہاکرز نے بتایا کہ ڈی ایچ اے حکام نےانہیں ایسا نہ کرنے کی ہدایت کی تھی۔

سرگودھا اور سرائے عالمگیر میں بھی ترسیل روک دی گئی۔ اسی طرح، فیصل آباد اورڈیرہ غازی خان میں سکیورٹی ایجنسیوں کے دفاتر کو ترسیل بند کردی گئی۔ ملتان میں، ڈان کے ہاکرز کو کینٹ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی اور انہیں خریداروں سے متعلق معلومات فراہم کرنے کو کہا گیا۔ چنیوٹ میں ڈان اخبار کے ایک ڈسٹری بیوٹر کو انٹیلی جنس سروسز کے ایک انسپکٹر نے طلب کیا اور اخبار کی ترسیل جاری رکھنے کی صورت میں کارروائی کی دھمکی دی۔

سندھ

ڈان کے ایک سیلز ایجنٹ جو لاڑکانہ اور قمبر شہداد کوٹ میں گزشتہ کئی سالوں سے کام کررہے تھے، کو 14 مئی2018ء سے مسلسل ہراسانی اور دھمکیوں کا سامنا ہے۔ تب سے انہیں ان کے ضلع میں اخبار کی ترسیل کی اجازت نہیں ہے۔

حیدر آباد میں سکیورٹی ایجنسیوں نے سیلز ایجنٹوں کو خبردار کیا کہ وہ ان کے دفاتر اور اسکولوں میں ڈان اخبارات کی ترسیل نہ کریں۔ نواب شاہ میں انہوں نے اخبار وصول کرنے سے انکار کردیا اور ایجنٹ کو خبردار کیا کہ وہ شہر اور ملحقہ علاقوں میں اخبار کی ترسیل نہ کرے۔ اسی طرح پنوں عاقل میں سکیورٹی ایجنسیوں نے اخبار وصول کرنے سے انکار کردیا اور سیلز ایجنٹ کو خبردار کیا کہ وہ ان کے دفاتر میں اخبار کی کاپیاں نہ بھیجے۔

ترسیل پر پابندیوں کے کاروبار پر اثرات

مزید اشتہارات دینے سے انکار نے اخبارات کو بری طرح متاثرکیا ہے اور مسلسل پابندیوں نے شفاف صحافت پر شدید منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس کا اثر عملے کے اراکین پر بھی پڑا ہے جن میں سے کچھ نے یا تو کام کرنے سے انکار کردیا ہے یا وہ ملازمت چھوڑ گئے ہیں۔

اس صورتحال نے اخبارات کو شدید مشکلات سے دوچار کردیا ہے ، جبکہ انہیں مذہبی بنیاد پرستوں، علیحدگی پسندوں اور قوم پرست یا سیاسی جماعتوں کی خبر شائع نہ کرنے پر بھی ان کے عہدے داروں کی جانب سے دھمکیوں کا سامنا رہتا ہے۔

اکتوبر 2016ء سے ڈان کوسکیورٹی ایجنسی سے متعلقہ اداروں بشمول ڈی ایچ اے اور دیگر کمرشل اداروں کے اشتہارات پر مکمل پابندی کا سامنا ہے۔

براڈکاسٹ میڈیا میں نشریات پر پابندی اور کاروبار پر اثرات

ایچ آر سی پی نے ایسے کئی واقعات قلمبند کیے ہیں جن میں کیبل آپریٹروں کا کہنا تھا کہ انہیں مخصوص چینلز بند کرنے کو کہا گیا۔

- ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک کیبل آپریٹر کو ایک شخص نے طلب کیا جو خود کو سکیورٹی ایجنسیوں کا اہلکاربتاتا تھا، آپریٹر کوجیو نیوز اور ڈان نیوز بند کرنے کو کہا گیا۔ ان کے پاس اس ہدایت پر عمل درآمد کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کیونکہ انہیں خوف تھا کہ ان کا کاروبار بند یا اس پر حملہ کردیا جائے گا۔
- ملتان میں ایک کیبل نیٹ ورک کمپنی کے سی ای او کو سکیورٹی ایجنسیوں کے ایک اہلکار کی جانب سے کالز موصول ہوئیں جن میں انہیں خبردار کیا گیا کہ وہ چند چینلزکی نشریات بند کردیں، خاص طور پر جیو ٹی وی کو آخری نمبروں پر لے جائیں اور بول اور اے آر وائے کو شروع میں لے آئیں۔

- گلگت- بلتستان میں ایک کیبل نیٹ ورک کے مینجنگ ڈائریکٹر سے ایک انٹیلی جنس ایجنسی کے اہلکار نے چار بار رابطہ کیا پہلے اُنہں کہا جیو کو آخری نمبروں پر لے جائیں اور پھر کہا کہ اسے بند کردیں۔ انہیں دو مرتبہ ان کا کاروبار بند کرنے کی دھمکی دی گئی اور بالآخر انہیں مجبوراً ہدایت پر عمل کرنا پڑا۔

جہاں تک ٹیلی ویژن چینلز کا تعلق ہے، ان کی نشر کرنے کی قابلیت کے حوالے سے پائی جانے والے موجودہ بے یقینی کا مطلب یہ ہے کہ وہ طویل المدتی اشتہارات کے معاہدوں سے محروم ہوگئے ہیں۔ انٹرویو دینے والے کم از کم دو افراد نے اس بات کی تصدیق کی کہ اس سے وہ مالی طور پر غیر مستحکم ہوگئے ہیں اوروقت پر تنخواہیں دینے کے قابل نہیں ہیں۔ چھوٹے ٹی وی چینلوں میں ایک عام تصور یہ پایا جاتا ہے کہ اگر جیو ٹی وی جیسے نامور میڈیا ہاؤس کو نشریات کی بندش کی شکل میں نشانہ بنایا جاسکتا ہے، جس سے یہ بات یقینی ہے کہ اس کے ان کا کاروبار شدید متاثر ہوگا اور انہیں اپنے اخراجات کم کرنے پڑیں گے (پڑھیں: ملازمین کی برطرفی)، تو پھر ان کے پاس بھی عمل درآمد کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔

پرنٹ اور براڈ کاسٹ میڈیا میں آزادی اظہار پر پابندیاں

متعدد اخبارات کے مالکان نے اسٹیبلشمنٹ کی جانب سے پریس ہدایات موصول ہونے، مداخلت اور دھمکیوں کی تصدیق کی۔ صحافتی امور سے متعلق ہدایات پر عمل درآمد نہ کرنے کے نتیجے میں مالکان کو جسمانی دھمکیوں اور ریونیو سے محرومی کا سامنا کرناپڑتا ہے۔ اظہار رائے منظم پابندیوں کا کئی علاقوں میں مشاہدہ کیا گیا۔ صحافیوں اور ان کی مینجمنٹ دونوں کا کہنا ہے کہ ان پر ریاستی اداروں کا شدید دباؤ ہے اور لوگ انتقامی کارروائی کے خوف کے باعث مزاحمت کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ایک عام تصور یہ ہے کہ میڈیا کو ملکی تاریخ کی بدترین سنسرشپ کا سامنا ہے۔

صحافتی امور سے متعلق ہدایات اور دھمکیاں

گلگت بلتستان (جی بی)

جی بی کے کئی ایڈیٹرز اورریورٹرز نے کہا کہ انہیں صحافتی معاملات کے متعلق ہدایات ملتی ہیں اوران پر عملدرآمد نہ کرنے کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ قوم پرستوں کو کوریج دینے اورریاستی و حکومتی اداروں پر تنقیدی رپورٹنگ پر بہت سے لوگوں کو واضح تنبیہ کی گئی۔ انٹرویودینے والے سب صحافیوں کا خیال تھا کہ جی بی میں صحافت کی آزادی پر بہت زیادہ قدغنیں اوردھونس و دھمکیوں نے خوف اورجبرکا ماحول پیدا کیا ہوا ہے۔

ایک مدیراورپبلشرکو عدم تعمیل کے سنگین نتائج بھگتنا پڑے ہیں۔ جی بی کے محکمہ اطلاعات نے انہیں زبانی آرڈردیا تھا کہ وہ قوم پرستوں کو کوریج نہ دیں۔ رشوت کی پیشکش اورپانچ بارقتل کی دھمکیاں ملنے کے باوجود انہوں نے اس ہدایت کی تعمیل کرنے سے انکارکردیا۔ محکمہ اطلاعات نے ایڈورٹائزرزکو ہدایت کی کہ وہ ان کے اخبار کو اشتہارات نہ دیں اورواجبات کی ادائیگی بھی نہ کریں۔ ان کے اخبارپرپابندی لگادی گئی۔ ان کے خلاف انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمہ درج کرلیا گیا اوران پرغیر ملکی خفیہ ایجنسی سے فنڈز لینے کا الزام عائد کیا گیا۔ انہیں گرفتارکرلیا گیا اوراپیلوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

گلگت میں ایک سب ایڈیٹرکو سرکاری محکموں سے، ملاقاتوں کے دوران اوربعد میں، مسلسل ہدایات مل رہی ہیں۔ انہیں سوشل میڈیا پرعوامی شعورسے متعلقہ خبریں یا دیگرمواد اپ لوڈ کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔ انہیں فون پرسنگین نتائج کی دھمکیاں اورسوشل میڈیا پرتنبیہی پیغامات بھیجے گئے ہیں۔ انہیں سینئرسرکاری عہدیداروں نے حکومتی محکموں میں ملازمت کی پیشکش بھی کی ہے۔

ایک روزنامہ کے ایڈیٹرنے ایسے چھ واقعات کا ذکرکیا جن میں انہیں ان کی رپورٹس، خاص طورپرعوامی ایکشن کمیٹی سے متعلق رپورٹس کے حوالے سے ہدایات جاری ہوئی تھیں۔ ان کی ان رپورٹس کو قابل اعتراض قراردیا گیا تھا۔ انہیں ضلعی انتظامیہ کی جانب سے دوبارگرفتاری یا جسمانی حملے کی دھمکی کا سامنا کرنا پڑا۔

دوروزنامہ اخبارات کے خصوصی نمائندہ سے تین باررابطہ کیا گیا اورتینوں بار ہی انہیں لاپتہ کرنے کی دھمکی دی گئی۔ ان پردوبارحملہ کیا گیا جن میں وہ زخمی ہوئے۔ پولیس اسٹیشن گلگت اورٹرانسپورٹیشن کارپوریشن شمالی علاقہ جات نے نہیں رشوت کی پیشکش بھی کی۔ انہیں اپنی ملازمت سے مستعفی ہونے پرمجبورکیا گیا۔

ایک کرائم رپورٹرکو چھ ماہ تک اپنے نام کے بغیررپورٹیں لکھنا پڑیں کیونکہ ان کے ایڈیٹرکو ان کی رپورٹیں شائع نہ کرنے کوکہا گیا تھا۔ انہیں کئی بارجان سے مارنے کی دھمکی بھی ملی۔ بعض دفعہ فون پرجبکہ بعض دفعہ روبروآکر دھمکیاں دی گئی

اوران پرقاتلانہ حملہ بھی ہوا۔ انہیں تحصیل گلگت میں ایک حکومتی اہلکار نے بطوررشوت روپے دینے جبکہ پولیس اہلکاروں نے سرکاری ملازمت کی پیشکش بھی کی۔

پریس کلب کے ایک رکن کو ان کے دوستوں کے ذریعے، سرکاری عہدیداروں کی جانب سے کئی بارہدایات موصول ہوئیں۔ انہیں حکومتی محکموں میں کرپشن کی رپورٹنگ پرمحتاط رہنے کی ہدایت کی گئی۔ انہیں ان کے دوستوں کے ذریعے ہی دھمکیاں دی گئیں، ان کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ کیا گیا اورملازمت کی پیشکش بھی کی گئی۔

گلگت پریس کلب کے ایک سابق رکن اوررپورٹرنے کئی مواقع پرزبانی اورتحریری ہدایات موصول ہونے کی تصدیق کی۔ ان کے بقول، انہیں یہ ہدایات اتفاقی ملاقاتوں کے دوران اورسرکاری مراسلوں کے ذریعے دی گئیں۔ ہدایات محکمہ تعلقات عامہ کے ڈائریکٹر، قانون نافذ کرنے والے ادارے کے اہلکاروں اورمحکمہ اطلاعات کے ذریعے دی گئیں۔ ہدایات کی پاسداری نہ کرنے کی صورت میں سکیورٹی ایجنسیوں نے ان کے خلاف تحقیقات شروع کردیں۔ ان کے خلاف ایک جھوٹی ایف آئی آردرج کی گئی جو بعدازاں خارج ہو گئی۔

اسلام آباد

ایک سینئیراینکرپرسن نے کہا کہ انہیں ٹی وی کی مینجمنٹ کی ذریعے اکثر صحافتی ہدایت ملتی رہتی ہے جس کے نتیجے میں اب اس نے خود پرسنسرشپ عائد کرلی ہے اوروہ یہ محسوس کرتی ہیں کہ اس چیز نے ان کی ذاتی ساکھ کو بہت زیادہ متاثرکیا ہے۔ پسندوناپسند کی بنیادپرسیاستدانوں کے خلاف قانون کے اطلاق جیسے معاملات پراب انہوں نے خود کو صرف متعلقہ واقعے کو بیان کرنے تک محدود کرلیا ہے اورکسی قسم کی رائے یا تجزیے کے اظہارسے گریزکرتی ہیں ، مگران کے خیال میں اس طرح کرنے سے ٹاک شو کا مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے۔ پانامہ کیس ان 'حساس' معاملات میں شامل ہے جن پرانہوں نے پروگرام کیے۔ ان کے بقول، پانامہ کیس پرانہیں بتایا گیا کہ عدلیہ کے متعلق انہیں کیا بولنا ہے(یا کیا نہیں بولنا)۔ عدالتی فیصلوں یا ججوں کے طرزعمل پرتنقید سے آپ کو اس حد تک مشکل کا سامنا کرنا پڑسکتا کہ جب کبھی انہوں نے لفظ 'چیف جسٹس' استعمال کیا تونشریات کے دوران ان کی آواز بند کردی گئی۔ ان کے بقول اسٹیبلشمنٹ جن دیگرموضوعات کو پسند نہیں کرتی ان میں پی ٹی آئی پرتنقید(جس کے بعد آپ کواکثر سوشل میڈیا پرکردارسازی کی مہم کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے)اور سیکیورٹی ایجنسیوں پر نقطہ چینی کرنا ہے۔

ایک اورسینئیراینکرپرسن نے کہا کہ صحافتی ذمہ داریوں کے حوالے سے ہدایات مینجمنٹ کے ذریعےدی جاتی ہیں اوریہ کہ ابتدائی مرحلے پر موضوع پران کا کنٹرول ہونے کے باوجود اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے ریکارڈ کروں، تاہم، پھربھی اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ پروگرام یا اس کا کتنا حصہ نشرہوگا۔ بسا اوقات مینجمنٹ یہ کہہ دیتی ہے کہ"تکنیکی خامیوں" کی وجہ سے یہ پروگرام نشرنہیں ہو سکتا۔ ان کے مطابق، سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مینجمنٹ یہ فیصلہ لیتے وقت اینکرپرسن کو اعتماد میں نہیں لیتی کہ اسے کیا کہنا ہے یا کیا نہیں کہنا۔ ان ہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ مینجمنٹ ا ن کے پروگرام کی کانٹ چھانٹ کرکے جو مواد نکالتی ہے اسے ملٹری اسٹیبلشمنٹ کو پیش کرتی ہے تاکہ وہ اس کی تائید حاصل کرسکے۔ ان کا کہنا تھا کہ مینجمنٹ کے اقدام کی وجہ سے وہ اورزیادہ غیرمحفوظ ہو جاتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ کھیل دونوں طرف سے کھیلا جاتا ہے: اسٹیبلشمنٹ اینکرکو مواد کی ریکارڈنگ دکھاتی ہے جو مینجمنٹ نے کانٹ چھانٹ کرکے اسے پیش کی ہوتی ہے۔ سیکیورٹی ایجنسی اینکرکو وہ ریکارڈنک بطور'شہادت' دکھاتی ہے تاکہ اسے یہ باورکرایا جائے کہ مینجمنٹ اس کے ساتھ مخلص نہیں ہے، اورنتیجے میں وہ ملازمین اورمینجمنٹ کے درمیان پھوٹ ڈالتے ہیں۔

انتخابات سے پہلے، ٹی وی چینل کے ایک ٹی وی نیوز چینل کے نیوز ڈائریکٹرنے بتایا کہ انہیں اس حد تک ہدایات دی جاتیں ہیں کہ انہیں کہا جاتا ہے کہ وہ پی ٹی آئی کی ریلیوں کو زیادہ جبکہ پی ایم ایل این کی تقریبات کو برائے نام کوریج دیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ،' چائے کا دوستانہ کپ'، - - - ریاستی ایجنسیاں صحافیوں کو طلب کرنے کے لیے جو مہذب طریقہ استعمال کرتی ہیں، جن مسائل پرگفتگو ہوتی ہے ان میں سیاسی و سلامتی امورکی کوریج سے متعلقہ سوالات، بعض ادارتی پالیسیاں، اوریہاں تک کہ رپورٹرز کے ذرائع شامل ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ایسی نشستوں میں انہیں واضح دھمکیاں دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ وقت بوقت دی جانے والی ہدایات کی پاسداری کے عوض تقریبات اورشخصیات تک رسائی کا وعدہ کیا جاتا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہدایات کی 'عدم تعمیل' کا عمومی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گمنام سوشل میڈیا اکاؤنٹس اورسوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارموں سے پروپیگنڈہ کی مذموم مہم شروع ہوجاتی ہے جو صحافیوں پر تشدد کی ترغیب کی حد تک جاسکتی ہے۔(ڈیجیٹل میدان میں اظہاررائے کی آزادی پرپابندیوں کے تفصیلی احوال کے لیے **ضمیمہ نمبر3** ملاحظہ کریں)

ایک سینیئر صحافی اور اینکر جو اکثر سول ملٹری تناؤ پر رپورٹنگ کرتے ہیں، صحافتی امور سے متعلق دی جانے والی ہدایات کے طریقہ کار اور دھمکیوں کو کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے کیس میں، یہ عمل "خاکی پاور" جیسے ناموں والے اکاؤنٹس سے بھیجی گئیں ای میلز سے شروع ہوا۔ اس کے بعد ان کی بیوی سمیت ان کے خاندان کی دیگر خواتین کو دھمکی آمیز کالز (اکثر آدھی رات کو) موصول ہوئیں۔ جب کال کرنے والے ایک شخص نے انہیں طنزیہ طور پر "نہایت دلیر" کہا اور انہیں چیلنج کیا کہ وہ گھر سے باہر آئیں، تو انہوں نے پولیس میں رپورٹ درج کرائی۔ مجرم کو گرفتار کر لیا گیا، لیکن اس نے دعویٰ کیا کہ یہ محض ایک "مزاقیہ کال" تھی۔

مذکور صحافی کا کہنا ہے کہ اگلے مرحلے میں انہیں غیر ملکی فون نمبروں سے مشتبہ کالز موصول ہوئیں۔ اس کے بعد انہیں ایک سویلین ایجنسی کی جانب سے ایک کال موصول ہوئی جس میں کہا گیا کہ ان کے خلاف "ایک سنگین نوعیت کا مقدمہ" درج کیا جارہا تھا۔ ایجنسی کے اہلکار کے ساتھ ملاقات کے وقت انہیں بتایا گیا کہ ان کا تعلق منشیات کے بین الاقوامی کاروبار سے جوڑا گیا تھا؛ انہیں یقین دلایا گیا کہ یہ ایک انتہائی پیچیدہ صورتحال تھی اور یہ کہ اس سے "نمٹنے کے لیے اقداامات کیے جائیں گے"، لیکن انہیں "ایک معزز شخص" سے بات کرنی چاہئے جو یہاں آ رہا ہے۔ مزکور معزز شخص، جس کے بارے میں صحافی نے الزام لگایا کہ اس کا تعلق انٹیلی جنس ایجنسی سے تھا، نے انہیں "نہایت شائستگی سے" کہا کہ انہیں ریاستی ایجنسیوں پر تنقید نہیں کرنی چاہئے اور یہ کہ ایک "نامور صحافی" ہونے کے ناتے وہ نادانستہ طور پر "غیر ملکی نیٹ ورکس کے ہاتھوں استعمال ہورہے ہیں"۔ اس گفتگو کا پیغام بالکل واضح ہے۔

انٹرویو دینے والے صحافی، جن کا دعویٰ ہے کہ حالیہ برسوں میں انٹیلی جنس ایجنسیاں زیادہ انتقام پسند ہو گئی ہیں، پر الزام عائد کرتے ہیں کہ انہیں لوگوں کے ذاتی ڈیٹا تک رسائی حاصل ہے جو انہیں نہ صرف صحافیوں، بلکہ ججوں، وکلاء، تاجروں اور ایسے کسی بھی شخص کو ہراساں کرنے کے قابل بناتی ہے جسے وہ "خطرہ" سمجھتے ہوں۔ وہ اسے "خوف کا نظام" قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ نہ صرف کھلی جارحیت بلکہ بالواسطہ دھمکیوں پر بھی انحصار کرتا ہے: رشتے دار خواتین کو"آسان ہدف" سمجھنا؛ ذاتی، خاندانی یا قانونی مسائل کے حل (یا درحقیقت اضافے) کے وعدے؛ بطور "تنبیہ" سوچے سمجھے منصوبے کے تحت صحافیوں پر حملوں کی تصاویر شائع کرنا۔ انٹرویو دینے والے ایک اور شخص کا مزید کہنا ہے کہ اس نظام کا ایک اور پہلو سکیورٹی ایجنسیوں کی جانب سے جاری ہونے والے "خطرے کی وارننگز" ہیں، اس لیے نہیں کہ انہیں واقعی کوئی خطرہ ہوتا ہے بلکہ اس کا مقصد یہ تاثر قائم کرنا ہوتا ہے کہ ایسا ہوبھی سکتا ہے۔ یہ ان کے اور ان کے پیشے کے لیے ایک موثر پیغام ہوتا ہے کہ وہ ان کی پالیسیوں کو من و عن قبول کریں۔

ریاستی ایجنسیوں کی جانب سے صحافیوں کو دھمکانے کے لیے ڈیٹا کا استعمال اس وقت بھی اتنا ہی موثر ہوتا ہے جب اس کے لیے دیگر طریقے استعمال کیے جائیں، مثال کے طور پر اس وقت جب ڈیٹا تک رسائی روک دی جائے۔ ایک سینیئرصحافی جن کی کار پر حملہ کیا گیا، نے واقعے کی اطلاع پولیس کو دی، لیکن انہیں بعد میں ایک پولیس افسر نے رازداری کی شرط پر بتایا کہ ان کی تحقیقات کی "حمایت نہیں کی جارہی"۔ جیو فینسنگ رپورٹ جو انہیں ان مجرموں کی شناخت میں مدد دے سکتی تھی جنہیں سی سی ٹی وی کیمرے میں موبائل فون سے ویڈیو بناتے دیکھا گیا تھا، انٹیلی جنس ایجنسیوں کے پاس تھی اور پولیس کو فراہم نہیں کی گئی تھی۔ یوں پولیس کی تحقیقات کو کامیابی سے روک دیا گیا تھا۔

ایک اور نیوز چینل سے وابستہ صحافی اس طرز عمل کی تصدیق کرتے ہیں۔ وہ الزام عائد کرتے ہیں کہ ان کے ایک بیان پر کہ ایک مناسب قانونی فریم ورک کے تحت ریاستی ایجنسیوں کو ان کی کارروائیوں پر جوابدہ بنانا چاہئے، مذکور صحافی، ان کی والدہ اور ان کی اہلیہ کو دھمکی آمیز فون کالز موصول ہونا شروع ہوگئیں۔ ایک مرتبہ انہیں "افغانستان" سے ایک شخص کی کال موصول ہوئی جو اپنا نام "عبداللہ" بتاتا تھا۔ صحافی کا کہنا ہے کہ لفظ "افغانستان" پر زور دینا عجیب، لیکن دانستہ تھا، کیونکہ اس کا شعبہ اس ملک یا شدت پسندی سے متعلقہ معاملات کا احاطہ نہیں کرتا تھا۔ استعمال کیے گئے جملوں میں سے ایک یہ تھا کہ "ہم جانتے ہیں کہ تم کون ہو اور تمہارے بچے کہاں پڑھتے ہیں"۔ ان کے آفیشل اکاؤنٹ پر بھیجی گئی ایک ای میل میں کہا گیا کہ "تم محض ایک چھوٹی سی غلطی پر نظروں میں آگئے تھے"۔ اس مرتبہ تم آگ سے کھیل رہے ہو۔" غیر حیران کن طور پر، صحافی کے اہل خانہ اس قدر خوفزدہ ہوگئے کہ انہوں نے انہیں صحافت ترک کرنے کو کہا، تاہم انہوں نے ایسا نہ کیا۔

یہ بات قابل غور ہے کہ جب انٹرویو دینےوالے ایک صحافی سے پوچھا گیا کہ کسی سیاسی جماعت پر تنقید کرنے پر اس کی جانب سے دھمکی موصول ہوئی تو ان کا یہ کہنا تھا کہ سیاسی جماعتیں "صحافیوں کو دھمکی دینے کی حالت میں نہیں ہوتیں۔"

جو صحافی ان کی آشیر باد سے محروم ہوجائے وہ اس کا بائیکاٹ کرسکتی ہے یا وہ کسی اینکر پرسن کو انٹرویو دینے سے انکار کرسکتی ہے، لیکن دھمکیاں دینے پر بنیادی طور پر ریاستی ایجنسیوں کو "اجارہ داری" حاصل ہے۔

پنجاب

صحافی، کالم نگار اور ایک نامور نیوز چینل کے اینکر کا کہنا ہے کہ انہیں اہم سیاسی اور قومی مسائل، بشمول پاناما ٹرائل، نواز شریف کی نا اہلی اور گرفتاری، نیب ریفرنسز، پشتون تحفظ تحریک (پی ٹی ایم) اورمذہبی جماعتوں کے دھرنوں کے حوالے سے لاتعداد مرتبہ صحافتی امور سے متعلق ہدایات موصول ہوئیں۔ ہدایات عام طور پر چینل کی مینجمنٹ، سکیورٹی ایجنسیوں ، مذہبی جماعتوں جیسے کہ تحریک لبیک یا رسول اللہ، جماعت الدعوۃ وغیرہ کی جانب سے موصول ہوئیں ، جو مخصوص سیاسی بیانیے / حکمت عملی اور سنسر شپ عائد کرنے سے متعلق تھیں۔ مثال کے طور پر، پی ٹی ایم کے اجتماعات کو کوریج نہ دینے، پی ایم ایل-ن کی اعلٰی قیادت کے خلاف ناشائستہ زبان استعمال کرنے،اور نواز شریف کے لیے "مجرم" کا لفظ استعمال کرنے کو کہا گیا۔

ایک اخبار اور نیوز چینل کے کالم نگار کو بھی کئی مرتبہ ٹیلی فون یا ملاقات کے ذریعے صحافتی امور سے متعلق مخصوص ہدایات موصول ہوئیں۔ عمل درآمد سے متعلق دباؤ وارننگ اور خفیہ دھمکیوں کے ذریعے ڈالا جاتا ہے۔

ایک اور سینیئر کالم نگار نے بتایا کہ انہیں فون یا ملاقات کے ذریعے کئی مرتبہ صحافتی امور سے متعلق مخصوص ہدایات موصول ہوئیں جن میں کہا گیا کہ وہ (الف) نواز شریف یا پی ایم ایل- ن کو کوریج نہ دیں(ب) عدلیہ اور فوج کےدرمیان کسی بھی تعلق کا ذکر نہ کریں اور (ج) مسلح افواج اور ان کے طرز عمل کے بارے میں تنقید کرنے سے باز رہیں۔ انہوں نے "خود ساختہ سنسرشپ" کو "نیا معمول" قرار دیا۔ ان کا یہ بھی الزام ہے کہ معاشی امور ڈویژن ان کے ادارے کو این او سی دینے سے مسلسل انکار کرتا رہا ہے، جس کے بارے مین ان کا کہنا ہے کہ اس میں بھی سکیورٹی ایجنسیوں کا ہاتھ ہے، اور یہ کہ اس کے نتیجے میں ادارے کو ہر قسم کی فنڈنگ بند ہوگئی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس کی واضح وجہ یہ تھی کہ انہوں نے رپورٹنگ اورتجزیے کے حوالے سے 'سرکاری پالیسیوں' پاسداری کرنے سے انکارکردیا تھا۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ریلیف کے لیے حکام سے رجوع کرنا بے سود ہے۔

لاہورمیں نیوز چینلز کے ایک نیوز ڈائریکٹرنے بتایا کہ انہیں ریاستی ایجنسیوں کی جانب سے مسلسل ہدایات موصول ہوتی ہیں جن میں انہیں سختی سے کہا جاتا ہے کہ سابق وزیراعظم نوازشریف کا ذکرکرتے ہوئے ان کے لیے لفظ 'مجرم' استعمال کیا جائے۔ ایسے اقدامات کے ذریعےاصل میں پیغام یہ دیا جاتا ہے کہ 'آپ یا تو ہمارے ساتھ ہیں یا ہمارے خلاف ہیں'۔ ایک دوسرے واقعے میں، انٹرویو دینے والے نے بتایا کہ انہیں ریاستی ایجنسیوں کے میڈیا سیل سے، واٹس ایپ پرایک ہنگامی کال موصول ہوئی، اسے سوات میں اس سال کے اوائل میں پی ٹی ایم کی ریلی میں ڈی ایس این جی ٹیم کسی بھی قیمت پر نہ بھجینے کی تلقین کی گئی۔

الیکٹرانک میڈیا پرسیکیورٹی اسٹیبلشمنٹ کے تسلط کی شدت پرتبصرہ کرتے ہوئے ،ایک کالم نگاراوراینکر نے کہا کہ:

> الیکٹرانک میڈیا کواسٹیبلشمنٹ نے اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ آپ میڈیا کے ہرشعبے میں سنسرشپ کا مشاہدہ کرسکتے ہیں۔ جیو ٹی وی اورڈان نے مزاحمت کی تھی۔ رونامہ دی نیوز اورجنگ کی ترسیل روک دی گئی اورجیو نے ریاستی ایجنسیوں کی شرائط کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔ روزنام ڈان ابھی تک مزاحمت کررہا ہے۔ تمام ٹی وی شوز کو ریگولیٹ اورمانیٹرکیا جاتا ہے۔ نام نہاد سیکیورٹی ماہرین کے ایک گروہ کو اس کام پرماموکیا گیا ہے۔ آپ انہیں ہرٹی وی ٹاک شو میں دیکھ سکتے ہیں۔ اوراینکرز کو بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے کن لوگوں کو اپنے پروگرام بلانا ہے اورکن کو نہیں بلانا اوران سے کون سے سوالات کرنے ہیں۔
>
> میرے اپنے کالم شائع ہونے سےروکے گئےاوران پرسنرشپ عائد کی گئی۔ کسی بھی ٹی وی چینل کی نشریات بند کرنے کا طریقہ کاربہت سادہ ہے۔ نچلے اوردرمیانے درجے کے ریاستی ایجنسیوں کے اہلکار کیبل مالکان کو فون کال کرتے ہیں۔ پیمرا بے بس ہے۔ ' کوٹ' والوں نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں: یہ ازخود نوٹس کا معاملہ نہیں ہے۔ اختلاف رائے کی جرأت کرنے والوں کے خلاف ایک مذموم مہم جاری ہے۔

اس حوالے سے کمیونیکیشن کا ایک انتہائی دلچسپ سلسلہ ہے: لاہورمیں ٹی وی یا ریڈیو سے منسلک کم ازکم چارصحافیوں نے بتایا کہ ('مہم جو' صحافیوں سے براہ راست رابطہ کرنے کے علاوہ) ریاستی ایجنسی کے میڈیا سیل چینل یا اخبارکے مالکان سے براہ راست بھی رابطہ کرتے ہیں، اورانہیں دھمکی دیتے ہیں کہ اگرانہوں نے بعض شرائط نہ مانیں توان کے چینل/پبلیکیشن یا کسی کاروبارکے خلاف نیب یا ایف آئی اے کے ذریعے تحقیقات شروع کی جائیں گی۔ شرائط میں یہ بتایا جاتا ہے کہ انہیں سیاستدانوں کے لیے کن الفاظ کا استعمال کرنا ہے یا انہیں کن تقریبات/واقعات(خاص طورپرپی ٹی ایم سے متعلقہ) کو کوریج دینی ہے اورکن کو نہیں۔

پنجاب میں ایک پریس کلب کے سیکرٹری نے بتایا کہ ان کے پریس کلب نے کئی احتجاجی مظاہرے کیے جن میں مطالبہ کیا گیا کہ صحافیوں کو ڈرانے دھمکانے والے عناصرکی نشاندہی کرکے انہیں گرفتارکیا جائے۔ ان کا کہنا تھا، البتّہ، حکام نے کسی بھی قسم کی کاروائی نہیں کی۔

سندھ

ہدایت ہمیشہ زبانی ہوتی ہے اور یہ فون یا ملاقات کے ذریعے دی جاتی ہے جس میں عام طور پر کہاجاتا ہے کہ کونسا مواد نشر نہیں کرنا۔ مثال کے طور پر، لاپتا افراد، پی ٹی ایم، بلوچ علیحدگی پسندوں، بلوچ حقوق کے کارکن ماما قدیر وغیرہ سے متعلق کہانیاں نشر نہ کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ کون سی کہانیوں کو نمایاں کرناہے۔ بعض اوقات اخبارات کے عملے کو انٹرویو کے لیے طلب کیا جاتا ہے۔ ایک اخبار کو لگ بھگ 40 سے 50 مرتبہ صحافتی امور سے متعلق ہدایات موصول ہوئیں۔ انٹرویو دینے والے افراد کے مطابق، ہدایات سول بیوروکریٹس، اوربعض اوقات براہ راست قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے جاری ہوسکتی ہیں۔

عدم تعمیل کا نتیجہ اشتہارات کی بندش اور حتیٰ کہ جسمانی نقصان کی دھمکیوں اور حراست کی صورت میں نکلتا ہے۔ ایک اخبار کو گزشتہ تین سالوں کےدوران کم از کم 10 مرتبہ دھمکیاں موصول ہوئیں۔ عملےکے چند اراکین کوریاستی ایجنسیوں نے پوچھ گچھ کےلیےطلب کیا اور ان سے بین الاقوامی فنڈنگ اور علیحدگی پسندوں سےروابط سے متعلق سوالات پوچھے۔

رشوت، عنایات یا مخصوص بیانیہ

اسٹیبلشمنٹ کے سینئرنمائندے اکثرغیرملکی دوروں، پلاٹوں کی الاٹمنٹ اوردیگرسہولیات، یا پیشہ ورانہ ترقی کی پیشکش کرتے ہیں۔ انٹرویو دینے والوں نےبتایا کہ نغدی رقوم، اشتہارات اورسرکاری ملازمتوں کی پیشکش انتہائی واضح انداز میں کی جاتی ہے۔

لاہورمیں ٹی وی یا ریڈیو سے وابستہ کم از کم چارصحافیوں نے بتایا کہ ریاستی ایجنسی کا میڈیا سیل ان اینکرز دائیں بازووالے خیالات کے حامل اینکرزسے رابطہ کرتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ جو اینکرزکرپشن، تضحیک مذہب کے قوانی اورمذہبی اقلیتوں کے حقوق جیسے معاملات پرعوامی جذبات کو ہوادینے کی اہلیت رکھتے ہیں، جو کہ ان کے پروگراموں کے مواد پرکنٹرول رکھتے ہیں اوروہ نیوزڈائریکٹرز کے ادارتی کردار کو بائی پاس کرتے ہیں۔ ایسے اینکرز اسٹیبلشمنٹ کی پسند کی خبرین پھیلانے کا براہ راست ذریعہ ہیں۔ انٹرویودینے والوں کی بات کا لب لباب یہ تھا کہ یہ اینکرز ریاستی ایجنسیوں سے رشوت یا کم ازکم عنایات حاصل کرتے ہیں۔

ملتان میں روزنامہ ڈان کے ایک نمائندے نے دعویٰ کیاانہیں چند موضوعات کو رپورٹ نہ کرنے کے عوض تین پلاٹوں اورچالیس لاکھ روپے کی پیشکش کی گئی۔ ان کے بقول، انہیں یہ پیشکشیں بعض نامعلوم افراد اورسرکاری عہدیداروں نے کی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ تحقیقاتی صحافت میں طویل مدت تک مداخلت کی جاتی ہے۔

صحافیوں کی یونینوں یا ایسوسی ایشنوں کا کردار

لاہورمیں جن صحافیوں کے انٹرویوکیے گیے ان میں سے کم از چاراوراسلام آباد سے ایک نے کہا کہ صحافیوں کی یونینیں تقسیم درتقسیم کا شکارہونے کے باعث دھونس و دھمکی کے ان واقعات کے خلاف یک زبان ہو کربولنے کے قابل نہیں ہیں۔
ایک کا کہنا تھا کہ کئی یونینوں نے سمجھوتہ کرلیا ہے یاپھرسخت مئوقف اپنانے سے خوفزدہ ہیں،اوربعض تو اس حد تک چلی جاتی ہیں کہ، متاثرصحافی کو ہی مورد الزام ٹھرادیتی ہیں۔

2017 میں، راولپنڈی- اسلام آباد یونین آف جرنلسٹس(آرآئی یو جے) نے ایک سینئیرصحافی پرحملے کی تحقیقات کے لیے ایک فیکٹ فائنڈگ کی۔ فیکٹ فائنڈنگ ٹیم کا کہنا تھاکہ انہوں نے اپنی رپورٹ پیش کردی تھی مگرآئی یو جے نے ابھی تک رپورٹ کا باقاعدہ اجراء نہیں کیا۔ جب صحافی نےرپورٹ کے اجراء کی تاخیرپراعتراض کیا تو انہیں آف دی ریکارڈ بتایا گیا کہ فیکٹ فائنڈنگ ٹیم کے ممبرز کو ہراساں کیا گیا ہے، اوربعض کے گھروں پرچھاپے مارے گئے ہیں، چھاپوں کا مبینہ مقصد فیکٹ فائنڈگ سے متعلقہ مواد حاصل کرنا تھا۔

جون 2018 میں ایک ریاستی ایجنسی کی پریس کانفرنس میں بعض صحافیوں اورسوشل میڈیا کے کارکنوں کو 'ریاست دشمن' اور'فوج مخالف' قراردیا گیا اورایک سلائڈ پران کے نام اورتصویریں دکھائیں جس کے بعد پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس(پی ایف یو جے) نےاس اقدام کی شدید مذمت کی۔ ایک سینئرصحافی جس کا نام بھی اس سلائڈ میں تھا، نے کہا کہ اسے کسی طرح پتہ چلا کہ ایجنسی نے آف دی ریکارڈ، سلائڈ استعمال کرنے پر'افسوس' ظاہرکیا تھا۔ اس نے پی ایف یو جے کو کہا کہ وہ اپنے بیان میں اس چیز کو واضح کردے۔ تاہم اس کے برکس، اس کے فوری بعد، بیان واپس لے لیا گیا۔

ماحصل

صحافیوں کا خیال ہے کہ وہ سنسرشپ اختیارکرنے پرمجبورہیں اوراب یہ ان کے معمول کا حصہ بن چکی ہے۔ ایک نے تو اس طرزعمل کو 'خوف کے ذریعے کنٹرول" کرنے کا نام دیا ہے، خاص کرجب ان کے اہل خانہ کو' آسان ہدف' سمجھ کر خوف ہراس کا نشانہ بنایا جارہا ہو۔ یہ صورت حال 'آزاد یا 'خودمختار' میڈیا کی عکاسی نہیں کرتی۔ صحافیوں کو ڈرانے دھمکانے کا طریقہ کارانتہائی منظم، سوچا سمجھا اورمئوثرہے۔

اس کے علاوہ، انتخابات کے بعد، اخبارکی ترسیل اوراظہاررائے کی آزادی پرپابندیاں شدید تشویش کا باعث ہیں۔ ایک صحافی کا کہنا تھا کہ کسی فرد کوایک ریاستی ادارے کو 'برا بھلا' کہنے سے منع کرنا،ایک الگ چیز ہے۔ مگرکسی معاملے کے حقائق رپورٹ کرنے سے منع کرنا۔ ۔ حالیہ انتخابات کے حوالے سے،اس وجہ سے کہ اس سے کہیں کوئی ریاستی ادارہ بلاواسطہ طورپرزیربحث نہ آجائے،ایک مکمل طورپرمختلف چیز ہے۔

درحقیقت، اگر میڈیا کے پاس حقائق کو ریاستی اداروں کے لیے 'خطرناک' یا نقصان دہ سمجھا جارہا ہے تو پھرانٹرویو دینے والے صحافیوں کا بھی یہ الزام توجہ طلب ہے کہ انہیں اداروں کا ذاتی یا حساس معلومات پرتسلط ہے جسے وہ خوف یا لالچ کے آلے کے طورپراستعمال کرتے ہیں۔ نئی منتخب حکومت کو چاہیےکہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ معلومات پرمکمل کنٹرول کا ناجائز استعمال ہورہا ہے اوراس کے نتیجے میں آزادانہ سوچ کی جس حد تک حوصلہ شکنی ہورہی ہے اس پرقابو بھی پائے تاکہ اس کی ساکھ ابتدا ہی سے کوئی حرف نہ آئے۔

اس فیکٹ فائنڈنگ کے مشاہدات کی بنیاد پر، ایچ آرسی پی نئی وفاقی و صوبائی حکومتوں، ان کی انتظامی شاخوں اوردیگرریاستی اداروں اورمحکموں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ: کہ وہ اس رپورٹ میں درج شکایات کا مئوثر نوٹس لیں؛

- ملک میں اظہاررائے کی آزادی میں غیرمجاذ وغیرقانونی مداخلت کی روک تھام کے لیے مناسب اقدامات کریں؛
- ٹی وی چیلنلز اورنیوز پبلیکیشنز کے مالکان کے عزت و امن سے کام کرنے کے حق کا تحفظ کریں؛
- کسی بھی اخبارکی فروخت اورترسیل میں کوئی مداخلت نہیں ہونی چاہیے، نہ ہی کسی ٹی وی چینل کو دانستہ طورپربند یا پچھلے نمبرز پربھیجنا چاہیے۔
- ریاسی ایجنسیوں کی طرف سے صحافتی امورکے متعلق ہدایات جاری کرنے کا سلسلہ فوری طورپربند ہونا چاہیے۔
- اس قسم کی شکایات کا فوری طورپرازالہ کیا جائے؛
- معلومات کے حق کے ایکٹ 2017 کے تحت ریاست پرعائد فریضے کی ادائیگی کے لیے صوبائی سطح پرمکمل اورمئوثرانفارمیشن کمیشن قائم کیے جائیں۔

ضمیمہ نمبر 1 : سوالنامہ

اظہار رائے کی آزادی پر قدغنیں

سوالنامہ (Questionnaire)

پہلا حصہ: گواہ/بیان دینے والے کا مختصر تعارف (Part 1: About the witness / deponent)

نام (Name)
رابطہ نمبر (Tel number)
تنظیم (Organisation)
عہدہ (Designation)
تجربہ (Experience)
انٹرویو کی تاریخ (Date of interview)

دوسرا حصہ: شکایت کی نوعیت (Part 2: Nature of grievance)

صحافتی امور کے بارے میں ہدایات، دھمکیاں، حراست، عنایات، کاروبار میں مداخلت

(Press advice, threats, detention, bribery, favours, interference with business)

صحافتی امور کے بارے میں ہدایات (Press advice)

آپ کو آپ کی صحافتی ذمہ داریوں کے حوالے سے کوئی ہدایات دی گئی ہیں؟ (Have you been receiving press advice?) ہاں (Yes)❒ نہیں (No)❒
گزشتہ تین برسوں میں آپ کو کتنی بار ہدایت کی گئی؟ (How many times over the past three years?)
ہدایت کی نوعیت کیا تھی؟ زبانی/تحریری۔ آپ سے ملاقات کر کے دی گئی یا آپ کو طلب کر کے یا اتفاقیہ ملاقات ہونے پر؟ (In what form? Oral / written, on visit or after being summoned or chance encounter?)
ہدایت تھی کیا؟ (فلاں چیز کو شائع/نشر کرو یا فلاں چیز کو شائع/نشر نہ کرو۔ یا کسی کام کے متعلق وارننگ دی گئی تھی (Substance of advice: publish / telecast this or not this. Or warning against this or that)
ایسا کتنی بار ہوا؟ (Number of instances)
ہدایت کس نے دی تھی؟ (Advice given by whom?)
آپ نے ہدایت پر کتنی بار عملدرآمد کیا / عملدرآمد نہیں کیا اور اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ (How many times advice obeyed / disobeyed? Consequences?)

دھمکیاں (Threats)

آپ کو یا آپ کے ادارے میں آپ کے کسی ساتھی کو دھمکیاں ملی ہیں ؟ (Have you or a colleague been receiving threats?) ہاں(Yes)❒ نہیں(No)❒
گزشتہ تین برسوں کے دوران کتنی بار دھمکی دی گئی ؟ (How often over the past three years?)
دھمکی کے لیے کون سا ذریعہ استعمال کیا گیا اور دھمکی کی نوعیت کیا تھی ؟ (Means and form of threat?)
دھمکیوں میں کیا کہا گیا تھا؟(Substance of threats)
دھمکیاں دیتا کون ہے؟ (Who makes the threat?)
دھمکیاں دینے والے فرد کی نشاندہی ہو سکتی ہے؟(Can the person issuing threats be identified)
دھمکی دینے والے کا مطالبہ ماننے/نہ ماننے کے نتائج کیا نکلے؟ (Consequences of obeying / disobeying)

حراست (Detention)

آپ یا آپ کے ادارے میں آپ کے کسی ساتھی کو پوچھ گچھ کے لیے یا حراست میں رکھنے کے لیے کبھی اٹھایا گیا ہے؟ (Have you or a colleague been picked up for questioning or detention?)
کتنی بار اٹھایا گیا اور کتنے عرصے کے لیے؟(How often and for how long?)
کس نے اٹھایا تھا؟(By whom?)
کس بارے میں پوچھ گچھ کی گئی؟ (Questioned about what?)
کسی قسم کی وارننگ یا دھمکی دی گئی؟ (Any warning or threat?) ہاں(Yes)❒ نہیں(No)❒
آپ نے قانونی چارہ جوئی کی؟ (Did you seek a legal remedy?) ہاں(Yes)❒ نہیں(No)❒ اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ (Result?)

آپ کو رہائی کیسے ملی؟ کسی قسم کی شرائط کے تحت رہائی ملی تھی؟ (How were you released? Any conditions?)

رشوت اور عنایات (Bribery and favours)

آپ کو کسی حکومتی اہلکار نے کوئی کام کرنے یا نہ کرنے کے بدلے میں مالی معاوضے کی پیشکش/وعدہ کیا ہو؟ (Have you been offered / promised by anyone in authority a financial reward for doing or not doing something?)
کتنی بار ایسی پیشکش کی گئی؟ (How often?)
سب سے بڑی پیشکش کیا تھی؟ (The highest offer?)
کس نے پیشکش کی تھی؟ (Who made the offer?)
آپ کو کوئی کام کرنے یا نہ کرنے کے بدلے میں پیسوں کے علاوہ کسی اور چیز کی پیشکش کی گئی؟ (مثال کے طور پر پلاٹ کی الاٹمنٹ، بینک سے قرضہ، سرکاری تجارتی ایجنسی، سرکاری وفد کے ساتھ یا اس کے علاوہ کسی اور حیثیت سے غیر ملکی دورہ، خاندان کے کسی رکن کی مدد؟ (Have you been offered a non-cash reward for doing or not doing something? Such as allotment of a plot, bank loan, agency of a public sector enterprise, foreign travel in a state delegation or otherwise, favours to a family member, etc)
پیشکش کس نے کی تھی؟ (Who made the offer?)
مدد کے عوض مدد کی پیشکش کی گئی ہو؟ (The quid pro quo?)

کاروبار میں مداخلت (Interference with business)

کسی ریاستی اہلکار نے آپ کے کاروبار میں مداخلت کی ہے؟ (Has your business been interfered with by any state functionary?)
مداخلت کسی حکم کے تحت کی گئی تھی یا اس کے بغیر؟ (Through an order or without it)

اگر ایسا کسی حکم کے تحت ہوا تھا تو وہ حکم زبانی تھا یا تحریری؟ (If through an order, oral or written?)
مداخلت کی نوعیت ؟ (Nature of interference)
مداخلت کا دورانیہ؟ (Period of interference)
آپ کو اندازاً کتنا نقصان برداشت کرنا پڑا؟ (Approximate cost / loss?)
کس کے حکم پر مداخلت کی گئی؟ (Who gave the order?)
آپ کو نشانہ بنانے کی کوئی وجہ؟ (Any idea of the reason for targetting you?)
آپ نے دادرسی کے لیے حکام سے رابطہ کیا؟ (Did you seek relief from the authority?)

تمام گواہوں سے متعلقہ سوالات (Questions for all witnesses)

کیا آپ پر ہونے والے حملوں سے بطور صحافی آپ کا کام متاثر ہوا؟ (Have the attacks on you affected your work as a journalist?) ہاں (Yes) ❐ نہیں (No) ❐ اگر ہاں تو کس طرح متاثر ہوا؟ (If so, in what way?)
آپ کسی پیشہ وارانہ ایسوسی ایشن سے تعلق رکھتے ہیں؟ (Do you belong to a professional association?) ہاں (Yes) ❐ نہیں (No) ❐
آپ نے اپنی تنظیم کو شکایت کی تھی؟ (Did you file a complaint with your organisation?) ہاں (Yes) ❐ نہیں (No) ❐
کوئی نتیجہ نکلا؟ ہاں (Yes) ❐ نہیں (No) ❐
آپ کچھ اور کہنا چاہیں گے؟ (Would you like to say anything else?)

ضمیمہ نمبر 2: ڈان کی ترسیل پر پابندیاں

یہ ضمیمہ ڈان کی مینجمنٹ کی جانب سے جولائی 2018ء میں موصول ہونے والی رپورٹ سے حاصل کیےگئے اقتسابات پر مبنی ہے۔ ڈان کی میبنجمنٹ نے الزام عائد کیا ہے کہ فوج سے وابستہ "کمرشل اداروں اور اور رہائشی علاقوں" میں ڈان کی ترسیل میں تعطل اور وقتاً فوقتاً بندشوں کی وجہ سے اخبار کی آزادی اظہار کا حق متاثر ہورہا ہے اور یہ آئین پاکستان کے آرٹیکل 19 کی صریحاً خلاف ورزی ہے ، جو پریس کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ:

> ہم ڈان کےخلاف شروع کی گئی مزموم مہم کی بھی مزمت کرتے ہیں جس میں الزام عائد کیا گیا ہے کہ ڈان غدار- پاکستان مخالف اور غیر مخلص ہے۔
>
> اکتوبر 2016ء سے، ملک بھر میں ڈان کی ترسیل کو بندشوں اور رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ ہمیں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ ڈان کی ترسیل میں کمی ڈان کو سزا دینے کے لیے کی گئی ہے چونکہ ڈان لیکس اور بعد ازاں نواز شریف کے انٹرویو کی اشاعت کے بعد ڈان کو غدار قرار دیا جا رہا ہے۔ اس عرصے کے دوران، پالیسی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ڈان کی کاپیوں کی ترسیل بتدریج کم کی جائے اور پھر انہیں "صفر کی سطح پر لایا جائے تاکہ ڈان کو کمزور کیا جاسکے اور اسے سبق سکھایا جاسکے۔"

ڈان کی مینجمنٹ کا کہنا ہے کہ اخبار کی مکمل بندش یا اس کی ترسیل میں خاطرخواہ کمی کے نتیجے میں اسلام آباد ایڈیشن میں 2295(روزانہ) اور 2297(اتوار) کاپیوں کی کمی ہوچکی ہے۔ اسلام آباد، راولپنڈی، پشاور، نوشہرہ، ایبٹ آباد، اٹک، ڈی آئی خان، کوٹلی، دینا، راولپنڈی، کوہاٹ،مری، کامرا، مردان، باغ، چکدرہ اور منگلا میں اس کی ان اداروں اور دفاتر کو ترسیل بری طرح متاثر ہوئی ہے جو بنیادی طور پر سکیورٹی یا انٹیلی جنس ایجنسیوں سے وابستہ ہیں۔ دیگر ادارے جن میں ترسیل پر پابندی ہے یا جہاں ترسیل بند ہے ان میں ہیوی انڈسٹریز ٹیکسلا، پاکستان اٹامک انرجی کمیشن، نیسکام، فوجی سیمنٹ اور ہیوی مکینیکل کمپلیکس ٹیکسلا شامل ہیں۔

لاہور ایڈیشن 777 (روزانہ) اور 782(اتوار) کاپیوں سے محروم ہوچکا ہے اور ریاستی اداروں سے وابستہ رہائشی علاقوں اور تعلیمی اداروں اور لاہور، جہلم، کھاریاں، سرگودھا، قصور، اوکاڑہ، گجراں والا، راہوالی، سرائے عالمگیر، چونیاں، سیالکوٹ، ملتان، بھمبر، شورکوٹ اور فیصل آباد میں موجود اڈوں اور کینٹونمنٹ میں ترسیل پر پابندی عائد ہے۔

اسی طرح، سکیورٹی ایجنسیوں سے وابستہ رہائشی علاقوں اور تعلیمی اداروں کے علاوہ لاڑکانہ، مہڑ، موہن جودڑو، شہدادکوٹ، شاہ نواز بھٹو، رتودیرو، قمبر علی خان، پنوعاقل، نوشہرو فیروز، سکھر، ڈہرکی، گھوٹکی، نوابشاہ، میر پور خاص، کوٹری، خیر پور ناتھن، کوئٹہ، گڈانی، تربت، گوادر، سبی، مستونگ، قلات، پشین اور سوئی میں واقع اڈوں اور کینٹونمنٹس میں ڈان کو درپیش بندشوں اور رکاوٹوں کی وجہ سےکراچی ایڈیشن میں 859 (روزانہ) اور 1310 (اتوار) کاپیوں کی کمی ہوچکی ہے۔

مینجمنٹ کا کہنا ہے کہ بہت سے شہروں میں انٹیلی جنس ایجنسیاں ہمارے ڈسٹری بیوٹرز کو طلب کرتی ہیں اور "انہیں صاف صاف کہتی ہیں کہ ڈان کو بند ہونا چاہئے" اور یہ کہ "وہ ڈان کی سپلائی کرکے پاکستان مخالف سرگرمی کا ارتکاب کررہے ہیں۔" مثال کے طور پر، مستونگ اور قلات میں ڈسٹری بیوٹروں کوکہا گیا کہ اگر انہوں نے اگلے دن ڈان کی ترسیل جاری رکھی تو انہیں سنگین نتائج بھگتنا ہوں گے۔ انہیں یہ بھی کہا گیا کہ ان کی وفاداری پہلے پاکستان کے ساتھ ہونی چاہئے نہ کہ ایک "پاکستان مخالف" اخبار کے ساتھ

ڈسٹریبیوٹرز کو کہا گیا کہ انہیں "پہلی باربہت شائستہ طریقے سے وارننگ دی جارہی ہے اوراگرانہوں نے ہدایات کی عدم تعمیل جاری رکھی تو پھران کے ساتھ انتہائی سخت طریقے سے نبٹا جائے گا اوران کی اورکے اہل خانہ کی زندگی خطرے سے خالی نہیں ہوگی۔" ڈسٹریبیوٹرز نے جب کہا کہ اس طرح ان کا روزگار متاثر ہورہا ہے تو انہیں کہا گیا کہ اگرو ہ دیگراخبارات سپلائی کرتے ہیں تو ان کا روزگارمتاثرنہیں ہوگا۔ *جواباً* جب ڈسٹری بیوٹرز نے کہا کہ ان کے گاہک دیگراخبارات نہیں چاہتے تو انہیں کہا گیا کہ پھروہ اپنی روزی روٹی کے بندوبست کے لیے کوئی اورذریعہ معاش اختیارکریں۔

ڈان میبنجمنٹ کی رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ " ملک بھرکے کینٹونمنٹس اورڈیفینس ہائوسنگ اتھارٹیز میں چیک پوسٹوں پرتعینات اہلکاران علاقوں اخبارات کی ترسیل کی سخت مانیٹرنگ کرتے ہیں:

وہ ملک بھر کے عسکری اوراورکینٹ ایریاز میں داخل ہونے والے ڈسٹریبیوٹرز کے بیگوں کی تلاشی لیتے ہیں۔ ڈسٹریبیوٹرز سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا ان کے پاس ڈان ہے۔ اگرڈسٹریبیوٹرہاں میں جواب دے تو پھراس سے ڈان کی کاپیاں لے لی جاتی ہیں اوراسے کہا جاتا ہے کہ اسے واپسی پریہ کاپیاں لوٹا دی جائیں گی۔ اس سے اگلے دن ڈان اخبارنہ لانے کی وارننگ بھی دی جاتی ہے۔ اگرڈسٹری بیوٹرچیکنگ کے دوران جھوٹ بولتے ہوئے پکڑاجائے تو اس سے ڈان لے کرپھاڑدیاجاتا ہے۔

روزنامہ ڈان کے بقول، ایک سویلین ایجنسی نے اخبارات کی ترسیل پر پابندیوں سے متعلق درج ذیل مشاہدات کا اظہار کیا۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ ملک کے مختلف حصوں میں روزنامہ ڈان کی ترسیل رکاوٹوں کا شکارہے۔ گذشتہ تین ہفتوں سے لاڑکانہ شہرمیں بھی ڈان کی ترسیل بند ہے کیونکہ بعض حساس ایجنسیوں نے اخبارکے ایجنٹوں کو کہا ہےکہ وہ لاڑکانہ کے لیے ڈان اخبارلینے سے انکارکردیں۔ 27 مئی بروز اتوار، حساس ایجنسی کے اہلکاروں نے گاڑی کی تلاشی لی جس میں تمام اخبارات موجود تھے۔ تلاشی لینے پرجب انہیں معلوم ہوا کہ اس میں ڈان اخبارنہیں تو انہوں نے گاڑی کو جانے دیا اورتمام اخبارات معمول کے مطابق تقسیم ہوئے۔ تاہم، آج، 30 مئی کو، جب ان اہلکاروں نے لاڑکانہ سے تھوڑا پہلے، نوکوٹ کے مقام پرویگن کی تلاشی لی تو اس میں ڈان اخبار کا ایک بنڈل موجود تھا۔ جس پرانہوں نے گاڑی میں موجود تمام اخبارات ضبط کرلیے۔ یہ اطلاعات بھی موصول ہوئی تھیں کہ ان لوگوں نے ویگن میں ڈان لانے پرڈرائیورکو ذدوکوب بھی کیا تھا۔ اس کے بعد سے، آخری اطلاعات تک(اب تک) کراچی سے شائع ہونے والا کوئی بھی اخبارلاڑکانہ میں سپلائی نہیں ہوا۔ ان میں جنگ، دی نیوز، ایکسپریس ٹربیون، جسارت، ریاست، خبریں، نوائے وقت، دی نیشن، ڈیلی ٹائمز، دنیا، نئی بات، امت، اوربزنس ریکارڈر شامل ہیں۔

ڈسٹری بیوشن ایجنٹوں کو دھمکانے کے لیے جو نئے حربے استعمال کیے جارہے ہیں وہ یہ ہیں کہ اخبارفروش یونینوں کے عہدیداروں کولاہوراورکراچی میں ریاستی ایجنسیوں کے دفاترطلب کرکے ڈرایا دھمکایا جارہا ہے اور ان سے ڈان کی ترسیل کی تفصیلات مانگی گئی ہیں۔ کوئٹہ میں ڈان کے دفتررابطہ کرکے پوچھا گیا گذشتہ دس برسوں میں بلوچستان میں ڈان کی کتنی کاپیاں سپلائی ہوئی ہیں۔

رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ "اے آروائی سمیت تمام ٹی وی چینل " ، "نوازشریف کی اسٹیبلمنٹ مخالف آراء " کونشرکررہے ہیں اورانہیں زیربحث بھی لارہے ہیں۔ لہٰذا یہ بڑی "عجیب" بات ہے کہ سابق وزیراعظم کے بیانات شائع کرنے کی سزا صرف ڈان کو ہی دی جارہی ہے باوجود اس حقیقت کے کہ ﷴ نوازشریف نے کئی باریہ تصدیق کی ہے کہ انہوں نے ان آراء کا اظہارکیا تھا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اخبار نے کوئی غلط بیانی (ان کے بیانات کے حوالے سے) نہیں کی۔ رپورٹ کے آخر میں کہا گیا ہے کہ ایک ایسے اخبارکی زبان بندی، جس کی بنیاد قائداعظم نے رکھی تھی اورجو بغیرکسی خوف یا طمع کے کے رپورٹنگ کرتا ہے، نہ تو اسٹیبلمنٹ کے لیے بہترہے اورنہ ہی ملک کے لیے۔

ضمیمہ نمبر3: پاکستان میں ڈیجیٹل شعبے میں اظہاررائے کی آزادی پر پابندیاں

پرنٹ، ریڈیو اور ٹی وی میڈیا پر سنسرشپ پاکستان میں کوئی نئی بات نہیں۔ تاہم، انٹرنیٹ تک رسائی میں اضافے کے ساتھ، ریاستی حکام نے ڈیجیٹل میڈیا پر سنسرشپ پر بھی توجہ دینا شروع کردی ہے۔

انٹرنیٹ معلومات کا ایک اہم ذریعہ ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے میڈیا کی دیگر اقسام کی نسبت زیادہ جمہوری ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ کوئی بھی شہری سوشل میڈیا اکاؤنٹ بنا سکتا/سکتی ہے اور اسے اپنی رائے کا اظہار کرنے، سیاسی مباحث میں حصہ لینے، اور ایسی معلومات دینے کے لیے استعمال کرسکتا / سکتی ہےجومرکزی میڈیا میں رپورٹ نہیں ہوتیں۔ یہ ان معلومات تک رسائی کا دائرہ کاران علاقوں جیسے کہ سابقہ فاٹا، بلوچستان، گلگت-بلتستان، اور پاکستان کے چھوٹے قصبے اور دیہات تک وسیع کرتا ہے مرکزی میڈیا کی پہنچ سے باہر تصور کیے جاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کو بھی اظہار رائے کا موقع دیتا ہے جنہیں میڈیا تک رسائی نہیں ہےاور اسی وجہ سے ان کی آواز نہیں سنی جاتی۔ یوں، مرکزی میڈیا بھی کسی حد تک سوشل میڈیا پر انحصار کرنے لگا ہے جس سے معلومات کا پھیلائو زیادہ جامع اور ادارتی کنٹرول سے نسبتاً آزاد ہوتا ہے۔

جہاں یوٹیوب کومذہبی جواز بنا کر تین سال تک بند رکھا گیا وہاں دیگر متعدد ویب سائٹس اب بھی بند ہیں جن کا تعلق سیاسی جماعتوں، انسانی حقوق کی تحریکوں، اور ڈیجیٹل میڈیا کے نئے اداروں سے ہے۔ مثال کے طور پر، جون 2018ء میں عوامی ورکرز پارٹی کی ویب سائٹ کو عام انتخابات سے ایک ماہ سے زائد عرصے تک بند رکھا گیا۔ مذکور جماعت نے عام انتخابات میں متعدد امیدواروں کو نامزد کیا تھا۔ safenewsroom.pk جس نے میڈیا پر سنسرشپ کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی تھی اسےاس کے افتتاح کے محض ایک ہفتے کے بعد مئی 2018ء میں آزادی صحافت کے عالمی دن کے موقع پر بند کردیا گیا۔

آرٹیکل 19 کے تحت تقریراور پریس کی آزادی کے آئینی حقوق اور آرٹیکل 19-الف کے تحت معلومات کے حق کا اطلاق ڈیجیٹل میڈیا پر بھی ہوتا ہے۔ اس کے باوجود، سوشل میڈیا استعمال کرنے والوں بشمول، کارکنوں، صحافیوں، اور سیاسی کارکنوں کواپنی رائے کا آن لائن اظہار کرنے پر خطرات، دھمکیوں، منظم چھان بین، اور اغوا کا سامنا رہتا ہے، خاص طور پر اس وقت جب ریاستی اداروں کی پالیسیوں اور سرگرمیوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

جنوری 2017ء میں پانچ بلاگروں کی جبری گمشدگی کے ساتھ پاکستان میں آن لائن تقریر کو دبائے جانے کا آغاز ہوا۔ الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے ایکٹ 2016ءکی منظوری کے باوجود مبینہ ریاستی اداروں کی ماورائے عدالت کارروائیاں بلا روک ٹوک جاری رہیں۔ اس ایکٹ کوسول سوسائٹی اور میڈیا کی شدید مخالفت کا سامنا رہا کیونکہ اس میں متعدد ظالمانہ شقیں شامل تھیں جن میں سے ایک سیکشن 37 ہے جو ریاستی ایجنسیوں کو انٹرنیٹ سے مواد ہٹانے کا اختیار دیتاہے۔

ایک اور رجحان یہ دیکھا گیا کہ ایک سویلین ایجنسی نے کسی باضابطہ حکم کے بغیر صحافیوں اور سوشل میڈیا صارفین کو ان کی آن لائن سرگرمیوں کی بناء پر "سماعت" کے لیے طلب کرنا شروع کردیا۔ ان میں سے زیادہ تر کیسز کا تعلق مذہبی بنیادوں پر پرتشددجنگجوئی، یا اسٹیبلشمنٹ پر تنقید سے تھا۔ سوشل میڈیاپر سنسرشپ کے لیےغدار یا گستاخ مذہب کے لیبل اور بعض اوقات دونوں کا استعمال عام رہا۔

رپورٹ کا یہ حصہ سیاسی کارکنوں، صحافیوں، بلاگروں اور وکیلاء کے انٹرویوز پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ ڈیجیٹل حملوں اور سینیئرکارکنوں اور صحافیوں کی حراست سے متلعق عام دستیاب معلومات بھی اس رپورٹ کا حصہ ہیں۔

صحافتی ذمہ داریوں سے متعلق ہدایت

ڈیجیٹل دور میں، پریس کا دائرہ اثر آن لائن دنیا تک وسیع ہوچکا ہےجس تک کوئی بھی سمارٹ فون اور انٹرنیٹ کے ذریعے رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ صحافی بھی لوگوں کو باخبر رکھنے کے لیے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا استعمال کرتے ہیں، خاص طور پر پرنٹ اور ٹی وی میڈیا پر شدید پابندیوں کے دور میں۔

اس تناظر میں، ڈیجیٹل میڈیا پر پابندیوں میں بھی اضافہ ہوا ہے، اور اگست 2016ء میں الیکٹرانک جرائم کی روک تھام ایک ایکٹ کی منظوری کے ساتھ ڈیجیٹل دنیا پر نظر رکھنے کا حکومتی عزم واضح ہو گیا تھا۔ اس ایکٹ میں چند سفاکانہ شقیں شامل تھیں، جیسا کہ سیکشن 9 جو "جرم کی شان و شوکت بیان کرنے " کو جرم قرار دیتا ہے، سیکشن 10 جس کا تعلق سائبر دہشت گردی سے ہے جس میں " حکومت میں خوف کا احساس پیدا کرنا" شامل ہے، اور سیکشن 37 جو انٹرنیٹ سے مواد ہٹانے کو جائز قرار دیتا ہے۔

اسی طرح، سوشل میڈیا استعمال کرنے والوں، خاص طور پر وہ جو ریاستی پالیسیوں پر تنقید کرتے ہیں، کو ہدایات جاری کیے جانے کے رجحان میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ سکیورٹی ایجنسیوں کی پالیسیوں پر تنقید، پرتشدد انتہا پسندی سے متعلق معاملات پر بحث ، اور ان دونوں کے درمیان تعلق سے متعلقہ سوالات اٹھانا ایسی ہدایات جاری کیے جانے کا باعث بنتا ہے۔ انٹرویو دینے والوں نے بتایا کہ انہیں سویلین اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کے علاوہ دوستوں، خاندان اور ہم پیشہ ساتھیوں کی طرف سے ہدایات موصول ہوئیں۔

افراد کے علاوہ ریاستی اداروں کی جانب سے ہدایات دیے جانے کی شرح کا انحصار ہدف شدہ افراد کی آن لائن زمینی سرگرمی پر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر بائیں بازو کی ایک جماعت سے وابستہ کارکنوں جو پشتون تحفظ تحریک کی سرگرمیوں کا بھی حصہ رہے ہیں، کا کہنا ہے کہ جب بھی انہوں نے کسی عوامی جلسے یا احتجاجی مظاہرے کا اعلان کیا انہیں فون کال یا ملاقات کے ذریعے ایسی تقریبات منسوخ کرنے کو کہا گیا۔

ایک صحافی نے ایسے چھ واقعات بیان کیے جن میں ایڈیٹروں کے علاوہ سکیورٹی ایجنسی کے عہدے داروں نے انہیں فون کیا یا ملنے کو کہا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ سکیورٹی ایجنسیوں کے خلاف منفی ٹویٹ کرنے سے بازرہیں۔ انہیں ایک انٹیلی جنس ایجنسی کے افسر کی جانب سے بھی اس وقت ایک فون کال موصول ہوئی جب انہوں نے فاٹا میں رپورٹنگ سے متعلق مشکلات کے بارے میں لکھا۔ 2017ء میں انہیں ایک فائل بھی دکھائی گئی تھی جو ان کے شائع شدہ مضامین اور ایک خوشوں والی ڈایا گرام پر مشتمل تھی جس میں ان کی ٹویٹر سرگرمیوں اور رابطوں کی نشاندہی کی گئی تھی۔ انہیں بتایا گیا کہ ہندوستانی اور افغان انٹیلی جنس ایجنسیوں سے وابستہ ٹویٹر اکاؤنٹ انہیں ری ٹویٹ کرتے ہیں اور ان معلومات کواستعمال کرتے ہیں جو وہ پاکستان کے مفادات کے خلاف ٹویٹر کے ذریعے فراہم کرتے ہیں۔ سکیورٹی ایجنسیوں کے مطابق ایسی معلومات نوجوانوں میں سکیورٹی فورسز کے بارے میں منفی تاثر قائم کرسکتی ہیں، لہٰذا انہیں یہ سلسلہ ترک کردینا چاہئے۔

ایک اوربلاگر کا کہنا ہے کہ دوستوں، خاندان اور سابق ہم پیشہ ساتھیوں کی جانب سے فون کالز اور پیغامات کے ذریعے ان پر شدید دباؤ ڈالا گیا کہ وہ اپنے ٹویٹ حذف کردیں یا اپنے یوٹیوب چینل سے ویڈیوز ہٹا دیں۔

سوشل میڈیا استعمال کرنے والوں کو ان کی سوشل میڈیا سرگرمی کی بناء پر دی جانے والی ہدایت فون، طلب کیے جانے کے بعد انفرادی ملاقات، اتفاقی ملاقاتوں اور عام رابطوں کے ذریعے جاری کی جاتی ہے۔سیاسی کارکنوں کا کہنا ہے کہ ایجنسیوں کےحکام اکثر ان کے دفاتر میں ان سے ملتے رہتے ہیں۔ ایک ریاستی ایجنسی کے افسر نے ایک صحافی کو واٹس ایپ کے ذریعے ان کے ٹویٹس کے سکرین شاٹ بھیجے اور انہیں کہا کہ وہ سکیورٹی فورسز کی پالیسیوں پر تنقید نہ کریں۔

سوشال میڈیا استعمال کرنے والوں کو عام طور پر زبان کو معتدل رکھنے کے احکامات دیے جاتے ہیں، انہیں خبردار کیا جاتا ہے کہ وہ خاص طور پر حساس حالات میں مخصوص معاملات پر نہ لکھیں، یا انہیں براہ راست طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ مخصوص ٹویٹ حذف کردیں۔ ہدایات کی شدت کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ سوشل میدیا صارفیں کس تواتر سے ایسا مواد شائع کرتے ہیں جو قابل اعتراض سمجھا جاتا ہو۔ ایک سوشل میڈیا کارکن کو گزشتہ تین سالوں کے دوران چھ مرتبہ ہدایات موصول ہوئیں۔ دیگرکا کہنا ہے کہ انہیں 13 سے 25 مرتبہ ہداہات دی گئیں۔

ایک سیاسی کاکن کا کہنا ہے کہ دوستوں اورخاندان کے علاوہ، سوشل میڈیا صارفیں کو زیادہ سنگین ہدایات ان افراد کی جانب سے موصول ہوتی ہیں جو خود کو ریاستی ایجنسیوں کا اہلکار بتاتے ہیں۔ اگر یہ کسی سویلین ایجنسی کے اہلکار ہوں تو وہ عام طور پر اپنے دفتر کی نشاندہی کرتے ہیں جہاں سے وہ کال کررہے ہوتے ہیں۔ لیکن غیر سویلین ایجنسیوں سے تعلق رکھنے والے افراد کا رویہ ذیادہ دھمکی آمیز ہوتا ہے اور وہ یہ نہیں بتاتے کہ وہ کہاں سے کال کررہے ہیں۔ ایک صحافی کا کہنا ہے کہ اسے سویلین اور غیرسویلین ایجنسیوں کی جانب سے ہدایات موصول ہوئیں۔

ایک سیاسی کارکن کا کہنا ہے کہ " ہدایت پر عمل درآمد کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ خطرے کا اندازہ لگانے کے بعد کیا جاتا ہے اور دھمکیوں کی موجودہ سطح کو دیکھتے ہوئے یہ طے کیا جاتا ہے بیانیے کی کیا شکل ہونی چاہئے، بالخصوص اس وقت جب لوگوں کی سلامتی سے متعلق خدشات موجود ہوں"۔

ایک صحافی جو ایک سکیورٹی ایجنسی کے ایک سینیئر افسر کی کال کے دوران شدید دباءو میں تھے ، نے بتایا کہ موخرالذکر نے اس وقت تک فون بند نہ کیا جب تک انہوں نے اپنا ایک ٹویٹ حذف نہ کردیا۔ ان کا کہنا ہے کہ ہدایت پر عمل درآمد نہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انہیں ریاستی ایجنسی کی تقریبات میں مدعو نہیں کیا جاتا اور انہیں ان فوٹیج سے محروم ہونا پڑتا ہے

جو عموماً صحافیوں کو فراہم کی جاتی ہیں، جس سے ان کا کام متاثر ہوتا ہے۔ اس سے ان کے اور ان کے آجر کے درمیان مسائل پیدا ہوئے کیونکہ وہ ایک غیر ملکی صحافی تھے اور رسائی پر انحصار کرتے تھے۔

ایک بلاگر کا کہنا ہے کہ انہوں نےغالباً 3 فیصد ہدایات پر عمل درآمد کیا۔

ایک بین الاقوامی نیوز ایجنسی کے رپورٹر کے مطابق انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ اپنی تحریروں کا رخ ایک خاص سمت کی جانب رکھیں اور سکیورٹی سے متعلق تحریریں اس انداز سے ترتیب دیں کہ وہ سکیورٹی فورسز کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتی ہوں، یا وہ سرے سے تحریریں شائع کرنا ہی بند کردیں۔ اس ہدایت پر کبھی بھی عمل درآمد نہ کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پریس ریلیزوں کے لیے ان کی ریاستی ایجنسیوں تک رسائی یا ان کے سوالوں کے جوابات میں ایک محدود مدت کے لیے کمی کردی گئی۔

ہم پیشہ ساتھیوں پر حملوں کے اثرات

ایک رپورٹر کا کہنا ہے کہ ان کے ہم پیشہ ساتھیوں اور اس پیشے میں ان کے دوستوں پر حملوں نے انہیں بری طرح متاثر کیا ہے۔ یہ حقیقت کہ صحافیوں کو ان کے کام کی بناء پر ہراساں اور اغواء کیا جارہا ہے اور ان کے اداروں کو نشانہ بنایا جارہا ہے اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ سکیورٹی پالیسی یا سیاست کے مخصوص پہلوؤں سے متعلق تحریریں اپنے ساتھ جبلی خطرات لیے ہوتی ہیں۔ اگرچہ انہوں نے مسائل پر رپورٹنگ بند نہیں کی تاہم انہوں نے ان خطرات کے باعث اپنے نیوز ادارے میں سکیورٹی سے متعلقہ پروٹوکل اپنا لیے ہیں۔

علاوہ ازیں، ایسا ماحول رپورٹنگ کے مخصوص پہلوؤں کا گلا گھونٹ دیتا ہے جس سے ایسی خبروں کی درست رپورٹنگ کرنا تقریباً ناممکن ہوجاتا ہے۔

خطرات

ریاستی پالیسیوں اور مذہبی انتہا پسندی پر تنقید کرنے والے سوشل میڈیا صارفین کو ملنے والی دھمکیوں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ جن لوگوں کا انٹرویو کیا گیا ان سب کا یہ کہنا ہے کہ انہیں کسی نہ کسی طرح سے دھمکیاں موصول ہوئیں۔

ایک صحافی نے بتایا کہ جب بھی انہوں نے توہین مذہب کے قانون، سکیورٹی فورسز، یا مذہبی انتہا پسندی پر لکھا انہیں دھمکیاں موصول ہوئیں۔ انہیں یہ دھمکیاں ای میل، ان کے یو ٹیوب چینل پر تبصروں، ٹویٹر ، فیس بک میسجز اور دیگر لوگوں کے ذریعے دی جاتی ہیں۔ ان میں جسمانی تشدد اور پیشہ ورانہ نتائج کی دھمکیاں شامل ہیں۔ مثال کے طور پر انہیں کہا جاتا ہے کہ ان کی ماسٹر ڈگری کے بعد ان کا پاکستان واپس لوٹنا اور ملازمت تلاش کرنا ناممکن ہوگا۔ ان کے خاندان کو بھی دھمکیاں ملتی ہیں اور انہیں کہا جاتا ہے کہ اگر انہوں نے اپنی آواز بند نہ کی تو ان کے خاندان کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ان پر کھل عام توہین مذہب کا الزام لگانے کی بھی کوشش کی گئی جو پاکستان کے موجودہ سماجی و سیاسی ماحول میں تشدد کی ترغیب کا ایک ذریعہ ہے۔

ایک بلاگرکا کہنا ہے کہ دھمکیوں کی تعمیل نہ کرنےکی صورت میں مسلسل دھمکیوں اور گالی گلوچ کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے جس میں اس وقت تسلسل آجاتا ہے جب آپ آزادی کے ساتھ بولنا جاری رکھتے ہیں۔ انہیں کئی موقعوں پر اپن افیس بک اور ٹویٹر اکاؤنٹ بند کرنا پڑا جس کے نتیجے میں یقینی طور پر ان کی اظہار رائے کی آزادی متاثر ہوئی۔

ایک سیاسی کارکن کا کہنا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ ان پر نظر رکھی جارہی ہے اور فون کالز اور ملاقاتوں کا مقصد یہ پیغام دینا ہوتا ہے کہ اپنی حد میں رہنا، لیکن دھمکیاں کھل عام نہیں دی جاتیں کیونکہ ان کی آواز ایک سیاسی جماعت کے ذریعے بین الاقوامی سطح پر سنی جاتی ہے، مثال کے طور پر جب گزشتہ سال پارٹی کا ایک رکن لاپتا ہوگیا تھا۔

ایک صحافی کا کہنا ہے کہ دھمکیاں بعض اوقات اشارتاً دی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ کہا جتا ہے کہ "تمہارے آگے ایک طویل کیریئر باقی ہے"، جبکہ بعض اوقات یہ براہ راست ، مثال کے طور پر " تم اپنا مستقبل اپنے ہاتھوں سے تباہ کررہے ہو" کہتے ہوئے دی جاتی ہیں، جیسا کہ انہیں ایک انٹیلی جنس افسر نے کہا تھا۔ ان کے ہم پیشہ ساتھیوں اور دوستوں کو سرسری اور بعض اوقات سنگین کلمات بھی کہے گئے۔ دھمکیوں کا لب لباب وہی تھا: ریاستی سکیورٹی پالیسیوں پر تنقید بند کرو، اور یہ دھمکیاں سویلین اور غیر سویلین حکام دونوں کی جانب سے دی گئیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ عام طور پر دھمکیاں دینے والوں کو پہچان لیتے ہیں، لیکن انٹیلی جنس حکام عام طور پر جعلی نام استعمال کرتے ہیں۔ انہیں عدم تعمیل کی نتیجے میں سنگین نتائج کا

سامنا کرنا پڑا۔ انہیں چند لوگوں نے اغواء کرنے کی کوشش کی جن پر انہوں نے ریاستی ایجنسیوں سے تعلق کا الزام عائد کیا، جس کے بعد وہ ملک سے باہر چلے گئے۔

ایک اور سیاسی کارکن کا کہنا ہے کہ دھمکیاں براہ راست نہیں دی جاتیں لیکن انہیں مختلف ذرائع سے مسلسل ہراساں کیا جاتا رہا ہے، اور خاموشی اختیار نہ کرنے کی صورت میں سنگین نتائج سے دوچار ہونا پڑا۔ ایک انتہائی محفوظ علاقے میں سے ان کی کار چوری ہوگئی۔ پولیس نے بتایا کہ اس علاقے میں اس سے پہلے ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا اور یہ کہ ان کی کار ایک "نشان زدہ" معلوم ہوتی ہے، کیونکہ علاقے میں ایک اسپیشل افسر موجود تھا۔ انہوں نے کار کا سیف سٹی کمیروں سے سراغ لگانے سے بھی انکار کردیا، اورکہا کہ وہ ان کی کوئی مدد نہیں کرسکتے، حالانکہ انہیں معلومات ملی تھیں کہ ان کی کار موٹر وے پر تھی۔

حراست

ایک صحافی نے بتایا کہ اس نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں پٹیشن دائرکی جس کے بعد اسے تقریبا حراست میں لیا گیا۔ دو انسپکٹراس کے گھرآئے اوراس کے بارے میں دریافت کیا۔ وہ اس وقت گھرپرنہیں تھا۔ انہوں نے اس کے اہل خانہ کو کہا کہ اگروہ انکوائری کمیٹی" جس کا اسے اچھی طرح پتہ ہے"، کے سامنے پیش نہ ہوا تو اسے گرفتارکرلیا جائے گا اوراس کے خلاف الیکٹرانک کرائمز کی روک تھام کے قانون(پیکا) کے تحت کاروائی کی جائے گی۔ انہیں اغواء کرنے کی کوشش کی گئی اور اس دوران ان کی سفری دستاویزات، لیپ ٹاپ اورفون چھین لیا گیا۔ اس واقعے کے فوری بعد وہ اپنی سلامتی کو درپیش خطرات کے باعث ملک چھوڑکرچلے گئے۔

انہوں نے ایک وکیل کے ذریعے عدالت میں ایک پٹیشن دائرکی جس میں انہوں نے مئوقف اختیارکیا کہ ان کے ٹویٹس کی وجہ سے ایف آئی اے کے اہلکارانہیں ہراساں کررہے ہیں۔ انہوں نے عدالت سے استدعا کی کہ انہیں ہراساں کیے جانے کا سلسلہ بند کیا جائے اوران کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک کیا جائے۔ تاہم،مقدمے کی سماعت کا 17 واں نمبرمقررکیا گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے مقدمے کی سماعت کے وقت سے پہلے ہی عدالت کا وقت ختم ہوجاتا تھا۔ عدالتی کاروائیوں سے واقفیت رکھنے والے لوگوں نے انہیں بتایا کہ ایسا ہونے کا مطلب ہے کہ آپ کے کیس کی سماعت نہ کرنے کے لیے دباؤ ہے۔

ایک سیاسی کارکن کو 21 اپریل کو پشتون تحفظ موومنٹ کی لاہورمیں ہونیوالی ریلی سے ایک دن پہلے ایک رات کے لیے حراست میں رکھا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ انٹیلی جنس ایجنسیوں نےانتظامیہ کو ہدایت کی تھی کہ ان "دہشت گردوں"، کو گرفتارکیا جائے، اوران سے کیے جانے والے سلوک کی بنیاد بھی یہی تاثرتھا۔ انہیں دھمکایا گیا اوراحتجاج ختم کرنے اورپشتون تحفظ موومنٹ کو منتشرکرنے کا کہا گیا اورانہیں، "غدار" کہا گیا۔ ان کے مطابق ان کے ساتھیوں پربندوقیں تان لی گئیں اورجب اس نے شورمچایا تو اسے بندوق کا بٹ مارا گیا، اس کا ہاتھ زخمی ہو گیا اوراسے دھکا دیا گیا جس کے باعث اس کا سر دیوار پر لگا، اس کے چشمے ٹوٹ گئے۔ اسے ایک رات کے لیے قید تنہائی میں رکھا گیا جہاں ریاستی ایجنسی اورضلعی انتظامیہ کے اہلکارموجود تھے۔ انہوں نے کوئی قانونی چارہ جوئی اختیارنہیں کی تھی، مگرقانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کو کہا تھا کہ وہ ماورائے عدالت کاروائیاں کرنے کی بجائے قانونی راستہ اختیارکریں۔ سوشل میڈیا پر وسیع پیمانے پر ہونے والے احتجاج اور دبائو کے بعد انہیں اگلے روز رہا کردیا گیا۔

سوشل میڈیا پرتنقیدی آراکا اظہارکرنے اورسیاست میں سکیورٹی ایجنسیوں کی مداخلت پرمضامین لکھنے والی ایک صحافی اور سوشل میڈیا صارف کوچند نقاب پوش لوگوں نے اس وقت اٹھا لیا اور پھرانہیں چارگھنٹے بعد ان کے گھرپرچھوڑاگیا۔ انہوں نے عوام کو اپنی حراست کی تفصیلات کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ رویٹر کو دیے گئے ایک انٹرویو میں، انہوں نے کہا کہ ان کی رہائی کی وجہ عالمی میڈیا میں ملنے والی فوری کوریج اورپاکستان کے اندرسوشل میڈیا پرسامنے آنے والا شدید ردعمل تھا۔ جہاں ملک بھرسے سیاستدانوں اورانسانی حقوق کے کارکنون نے ٹویٹرپران کی گمشدگی کے خلاف غم و غصے کا اظہارکیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس کے باوجود، ان کے اغواء سے لوگوں کو یہ پیغام ملا ہے کہ "انتخابات سے پہلے کوئی بھی فرد ایسا نہیں ہے جسے ہاتھ نہ لگایا جا سکے یا جو محفوظ ہو"۔ انہوں نے رویٹرز کو بتایا کہ "وہ خود کو بہت غیرمحفوظ تصورکرتی ہیں اورانہوں نے اپنے بیٹے کی نقل و حرکت کو بہت محدود کر دیا ہے۔ جب بھی میرے خاوند یا میں باہرجائوں تو میں بہت زیادہ پریشان ہوجاتی ہوں"، انہوں نے مزید کہا کہ وہ اب واٹس ایپ پراپنے دوستوں اورخاندان کو وقت بوقت اپنی خیریت کے بارے میں آگاہ کرتی رہتی ہیں"۔

رشوت اور'عنایات'

ایک صحافینے کہا انہیں رشوت کی براہ راست کوئی پیشکش تو نہیں کی گئی مگرایک ملاقات میں سکیورٹی ایجنسی کے ایک افسر نے انہیں کہا تھا کہ وہ ڈاکیومینٹریز پران کے ساتھ کام کرنے کے خواہشمند ہیں اوریہ کہ ان کے پاس اس کام کے لیے "اچھا خاصا بجٹ" ہے۔ ایک بار انہیں سکیورٹی ایجنسی کے ایک افسر نے طلب کیا اوران پر ایک ٹویٹ ہٹانے کے لیے دباؤ ڈالااورکہا کہ وہ اسے پریس کوریج کے لیے شمالی وزیرستان لے جائیں گے، تاہم اس نے عدالت میں پٹیشن دائرکی جس کی وجہ سے اسے وہاں نہیں لے جایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ اس کے ساتھ یہ سلوک شاید اس لیے کیا گیا کیونکہ وہ ٹویٹرپراپنے خیالات کا اظہارکرتا رہتا تھا۔

ایک سوشل میڈیا کارکن نے بتایا کہ انہیں ایک نامعلوم فون کال موصول ہوئی۔ کال کرنے والے نے کہا کہ وہ لندن میں رہتا ہے اورانہیں پراجیکٹس کے لیے فنڈ فراہم کرسکتا ہے۔ کالرنے اپنی شناخت ظاہرکرنے سے انکارکردیا تھا۔

ایک ریاستی ایجنسی کے اہلکاروں نے ایک رپورٹرکے دفترکا دورہ کیا اوراسے کہا کہ ٹی وی پرشیعوں کے قتل اوربلوچستان کے معاملے پراس نے جو تبصرہ کیا ہے وہ ناقابل قبول ہے۔ اسے کہا گیا کہ اگروہ ان کے ساتھ کام کرے گا تو اسے اندرکی معلومات مل سکتی ہیں۔ جنوری 2018 میں اسے ایک سکیورٹی ایجنسی کے دفتربلایا گیا اورکہا گیا کہ اس نے سوشل میڈیا پرریاست مخالف پوسٹیں کی ہیں۔ اسے ہدایت کی گئی کہ وہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کے خلاف لکھنے سے گریز کرے اوراگرکوئی قابل اعتراض قسم کی ٹویٹ کرتا/کرتی ہے تو وہ اسے رپورٹ کرے۔

کاروبار/ادارے میں مداخلت

ویب سائٹس کی بلاکنگ

ایک صحافی نےایک ویب سائٹ بنائی تاکہ لوگ پاکستان میں سنسرشپ کو بے نقاب کرسکیں۔ ویب سائٹ کا باقاعدہ اجراء 2018 میں صحافت کی آزادی کے عالمی دن پرکیا گیا۔ تاہم، پاکستان میں ویب سائٹ کو"ممنوعہ مواد"، کی حامل قرارد ے کر بلاک کردیا گیا۔ ایک سکیورٹی ایجنسی نے ویب سائٹ بلاک کرنے کے حوالے سے کوئی آرڈرنہیں دیا تھا، مگرایک انٹرنیٹ سروس پرووائڈر(آئی ایس پی) نے اسے بتایا کہ انہیں پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی(پی ٹی اے) کی جانب سے ایک ویب سائٹ کا نام دیا گیا تھا اورہدایت کی گئی تھی کہ اسے بلاک کردیا جائے۔ اس کے باعث، ان کا کام کافی متاثرہوا کیونکہ اب انہیں پوسٹوں کو ویب سائٹ کی بجائے سوشل میڈیا پراپ لوڈ کرنا پڑتا ہے جس پر زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ ان کے خیال میں ان کی ویب سائٹ کو بلاک کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے ذریعے بتایا جاتا تھا کہ پاکستان میں صحافیوں کو کس طرح سنسرشپ کا نشانہ بنایا جاتا ہے اوراس پرسیکیورٹی، مذہب سمیت ان معاملات پرگفتگو تھی جن پرملک میں بات کرنا ممنوع سمجھا جاتا ہے۔
صحافی نے اپنی ویب سائٹ میں احمدیوں کے حقوق اورگلگت بلتستان میں میں صحافیوں کی گرفتاری کو کوریج دی تھی۔ لوگوں نے اس کے حوالے سے پی ٹی اے سے رجوع کیا تھا مگرادھرسےابھی تک کوئی جواب نہیں ملا۔

عوامی ورکرز پارٹی سے تعلق رکھنےوالے بعض لوگوں کے مطابق، پاکستان میں عام انتخابات سے جس میں پارٹی کے کئی امیدوارحصہ لے رہے ہیں، کم وبیش دو ماہ قبل جون 2018 میں ان کی پارٹی کی ویب سائٹ بلا ک کردی گئی۔ انہیں انتخابی مہم کے لیے نئی ویب سائٹ بنانا پڑی جس پران کے اضافی پیسے اوروقت صرف ہوا۔ ان کی ویب سائٹ بغیرکسی آرڈرکے بلاک کی گئی۔ ان کا کہنا ہے کہ انہیں نشانہ بنانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اسٹیبلشمنٹ اوردائیں بازوکے خلاف بولتے تھے۔ انہوں نے مزید کہا کہ وہ پی ٹی اے اورای سی پی کے پاس گئے مگرپی ٹی اے نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا۔

ایک بلاگر نے بتایا کہ 2018 کے اوائل میں ایک اخبارمیں اس کے مضامین شائع ہونا بند ہوگئے ،جس میں وہ باقاعدگی سے لکھ رہی تھی۔ اخبارکے مدیر نے اسے بتایا کہ وہ انتہائی حساس موضوعات پرلکھتی ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ اس کے مضامین شائع نہ کرنے کا آرڈراسٹیبلشمنٹ نے دیا ہوگا جس پروہ لکھ رہی تھی۔ انہیں یقین ہے کہ اسے اسٹیبلشمنٹ پرتنقید کرنے پرنشانہ بنایا گیا ہے تاکہ اسے خاموش کیا جائے۔

آن لائن سنسرشپ پرتبصرہ کرتے ہوئے، ڈیجیٹل حقوق کی کارکن نے کہا بدقسمتی کی بات ہے کہ ویب سائٹس اورآن لان مواد، خاص طورپراختلاف رائے سے متعلقہ ویب سائٹس اورمواد کو بلاک کرنا معمول کا کام بن گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے جب کبھی بھی سنسرشپ کا کیس سامنے آتا تو اس پرپرزیادہ احتجاج ہوتا تھا، مگر اب سنسرشپ اتنی عام ہوگئی ہے کہ لوگوں نے

اسے ایک حقیقت تسلیم کرلیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس چیز کا معمول بن جانا بہت زیادہ پریشان کن بات ہے اورکہا کہ شہریوں کو آزادانہ اظہارکے لیے سنسرشپ کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے۔

ڈیجیٹل مداخلت: ہیکنگ، وائرس سافٹ وئیرز،کڑی نگرانی

ایک سوشل میڈیا کارکن نے بتایا کہ اسے ہرگئے ہفتے اس کے سوشل میڈیا اورای میل اکاؤنٹ پر کسی مشتبہ سرگرمی کی وارننگ ملتی رہتی ہے ۔ وارننگ میں انہیں مطلع کیا جاتا ہے کہ کوئی فرد ان کے اکائونٹس تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ انہیں وائرس والی ای میلز بھی ملتی ہیں۔ جب قانون نافذ کرنے والی ایک ایجنسی کے اہلکاروں نے ان کے گھرکا دورہ کیا تو انہوں نے اس کے کمپیوٹروغیرہ کے بارے میں بھی پوچھا مگراس وقت وہ گھرپرنہیں تھا۔ انہیں یقین ہے کہ وہ ان کے کمپیوٹرزوغیرہ کو اپنی تحویل میں لینا چاہتے تھے۔ بعدازاں جنوری میں جب انہیں اغوا کرنے کی کوشش کی گئی تو ان کا کمپیوٹراورموبائل ان سے چھین لیا گیا۔ ان کے خیال میں ان لوگوں کو ایک سکیورٹی ایجنسی نے بھیجا تھا۔ انہیں ہرروز آن لائن ٹرولنگ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اورانہوں اپنے ٹویٹراکائونٹ کی ٹائم لائن سے ہزاروں ٹویٹ ہٹائے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ایک باران کی ملاقات اسلام آباد میں ایک یونیورسٹی کے طالبعلم سے ہوئی جہاں وہ ایک لیکچردینے گئے تھے۔ طالبعلم نے انہیں بتایا کہ اسے ایک سکیورٹی ایجنسی نے یہ ذمہ داری سونپی ہوئی تھی کہ وہ ان کام پرنظررکھے اوراسے قلمبند کرتا ہے۔ طالبعلم نے تبایا کہ اسے اس کام کا معاوضہ ملتا ہے۔ اس حوالے سے جب سکیورٹی ایجنسی کے اہلکار سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے اس الزام کی تردید کی۔

ان کا یہ بھی کہنا تھا کہا ان کی ای میل اورسوشل میڈیا اکائونٹس کو ہیک کرنے کی کئی کوششیں کی گئیں جن میں سے ایک کوشش کامیاب بھی ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں فیس بک اورگوگل کے نوٹیفکیشن ملتے رہتے ہیں کہ ان کے اکائونٹس تک رسائی کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ بلاگرز کی گمشدگی کے خلاف احتجاج کے دوران(2017 میں) ، انہیں دائیں بازواور سکیورٹی ایجنسیوں کے حمایتی عناصرکے کئی آن لائن حملوں کا سامنا رہا۔

ایک سینئرسیاسی تجزیہ کار نے کہا کہ مئی 2018 میں کراچی میں پشتون تحفظ موومنٹ کی ریلی سے تین دن پہلے، ان کے کمپیوٹرپرایک ویڈیو لنک کے ذریعے وائرس کا حملہ کیا گیا۔ لاہورمیں انسداد دہشت گردی ڈیپارٹمنٹ(سی ٹی ڈی) کی حراست کے دوران ان سے ان کا موبائل چھین لیا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ انہیں سوشل میڈیا پرہرروز نفرت انگیزی اوربرے سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ پشتون تحفظ موومنٹ کی ریلیوں کے دوران، ان کے انٹرنیٹ سروس پرووائڈر موبی لنک نے تقریبا ایک ماہ تک ان کی انٹرنیٹ سروس بند رکھی۔ جب انہوں نے موبی لنک سے رابطہ کیا تو انہیں بتایا گیا کہ ان کے کنیکشن کے ساتھ کوئی 'مسئلہ' ہے مگرانہوں نے وہ مسئلہ حل نہ کیا۔

ایک اوربلاگرنے بتایا کہ جون 2018 کے اواخرمیں ان کا فون ہیک کیا گیا۔ انہیں ان کی ذاتی معلومات سے متعلقہ ایک ای میل موصول ہوئی تھی جو صرف ان کے فون میں موجود تھی۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ان کے فیس بک اکاونٹ تک رسائی کی بھی متعدد ناکام کوششیں ہوئیں۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں وسیع پیمانے پراورمنظم انداز میں آن لائن حملوں کا سامنا رہتا ہے اوراکثرایسے کئی حملہ آورپیغامات اورپوسٹیں ایک ہی وقت میں ایک ساتھ کی جاتی ہیں۔ انہوں نے ایسے دو کیسزایف آئی اے کو رپورٹ کیے تھے مگرایف آئی اے نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا۔

ایمینسٹی انٹرنیشنل نے مئی 2018 میں، "انسانی حقوق کے محافظین کو ہیکنگ، سپائی وئیر، کڑی نگرانی کی مہم کا نشانہ بنایا جارہا ہے"، کے عنوان سے ایک رپورٹ جاری کی۔ رپورٹ کے مطابق، یہ مہم ای میلز اورسوشل میڈیا کے ذریعے چلائی جارہی ہے۔ رپورٹ میں لاہورمیں قیام پذیرانسانی حقوق کی ایک کارکن کے کیس کی تفصیلات بیان کی گئیں جوامن کا پرچارکرنے والے اپنے ایک دوست کی بازیابی کے لیے تگ و دو کررہی تھیں جسے جبری' گمشدگی' کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ مذکور کارکن تک کئی مشتبہ افراد نے رسائی کرنے کی کوششیں کیں۔

> رپورٹ میں بتایا گیا کہ ایک فیس بک صارف، جس نے اپنا تعارف ایک افغانی عورت ثنا حلیمی کے طورپرکروایا اورکہا کہ وہ دبئی میں رہتی ہے اوراقوام متحدہ کے ساتھ کام کرتی ہے، نے فیس بک میسینجر کے ذریعے ان سے رابطہ کرنے کی بہت کوششیں کیں اورکہا کہ اس کے پاس ان کے دوست کے متعلق کچھ معلومات ہیں۔ پروفائل کے آپریٹرنے انہیں فائلوں کے لنک بھیجے جن میں سٹیلتھ ایجنٹ نامی وائرس تھے۔ وہ ان فائلوں کو اگرکھولتیں تو وائرس ان کے موبائل کو متاثرکرسکتا تھا۔ پروفائل، جو ایمنیسٹی انٹرنیشنل کے خیال میں جعلی تھی، کے ذریعے ان کے ای میل ایڈریس تک رسائی کی کوشش بھی کی گئی۔

انہیں کرائمسن نامی ونڈوز سپائی وئیر سے متاثرہ ای میلز بھی بھیجی گئیں۔ ان کو ایسی میلز بھی ملیں جن میں کہا گیا کہ یہ وزیراعلی پنجاب کے سٹاف کی طرف سے ہیں۔ ای میلز میں صوبائی وزارت تعلیم اوران کے ادارے انسٹیٹیوٹ فارپیس اینڈ سیکولرسٹڈیز کے مابین مستقبل میں ہونے والی ایک فرضی میٹنگ کی من گھڑت تفصیلات بھی تھیں۔

ڈیجیٹل حقوق کی ایک معروف کارکن کا کہنا ہے کہ کارکنوں، انسانی حقوق کے محافظین، وکلاء اورصحافیوں کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ آن لائن سپیس کا استعمال نہایت احتیاط سے کریں۔ انہوں نے کہا کہ حملوں کی نوعیت بدل گئی ہے۔ یہ کڑی نگرانی، ہیکنگ، جعلی شخصیت، نفرت انگیز مواد، آن لائن بدسلوکی ہو سکتا ہے، اورحملہ آوربہت عیارہیں۔ وہ حملے کرنے اورلوگوں کی کڑی نگرانی کے لیے سوشل میڈیا کا سہارالے رہے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ انسانی حقوق کے محافظین کو آن لائن سپیس کے استعمال کے بارے میں مزید معلومات لینی چاہیں تاکہ وہ اس کا محفوظ استعمال کرسکیں۔

ماحصل

ایسے صحافیوں اوربلاگرز کوڈرانے و دھمکانے کے ایک واضح اور منظم طریقہ کار کا مشاہدہ کیا گیا ہے جوآن لائن سپیس کو نہ صرف اپنے کام کو سرانجام دینے کے لیے استعمال کرتے ہیں بلکہ اپنی بنیادی آئینی حقوق کے لیے بھی۔ ان میں درج ذیل حقوق شامل ہیں: شفاف سماعت کا حق، مگراس حق کو من مانی حراست اورجبری گمشدگی کےذریعے پامال کیا جاتا ہے؛ دفعہ 14 کے تحت پرائیویسی کا حق۔ انٹرنیٹ کے ذریعے نجی کمیونیکیشن بھی اسی حق کے زمرے میں آتا ہے۔ دفعہ 17 جو انجمن سازی کی آزادی کی ضمانت دیتی ہے؛ دفعہ 19 جو تقریروصحافت کے حق کی ضمانت دیتی ہے؛ اوردفعہ 19- الف جس کے تحت معلومات کے حق کی ضمانت دی گئی ہے-

اگرچہ الیکٹرانک کرائمزایکٹ(پیکا) ایکٹ 2016 صارفین کوکئی سائبرکرائمز سے تحفظ فراہم کرتا ہے مگراس کی کئی دفعات جیسے کہ دفعہ 9، 10 اور 37 انتہائی سخت گیرہیں- انہیں ریاستی پالیسیوں سے اختلاف اورتنقید خاموش کروانے کے لیے استعمال کیا جارہا ہے-

ڈیجیٹل حقوق کی ایک کارکن کا کہنا ہے کہ پرائیویسی کے حق اور اظہار رائے کی آزادی کے حق پراقوام متحدہ کے خصوصی رپورٹیئر اور دیگر لوگوں کی رپورٹس میں آن لائن انسانی حقوق پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے جس سے دنیا بھر میں آ لائن سپیسز اور ڈیجیٹل حقوق کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے- پاکستان جہاں قومی سلامتی کا بیانیہ بہت زیادہ مضبوط ہے، میں لوگ بلاکنگ اور سنسر شپ کے خلاف آواز اٹھانے سے ڈرتے ہیں کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ اس کے پیچھے کون ہے-

ریاستی اداروں، نگران حکومت اور نئی منتخب ہونے والی حکومت کو چاہیے کہ وہ بنیادی حقوق کا احترام کریں جن کی آئین میں ضمانت دی گئی ہے، اور عدالتوں کو چاہیے کہ وہ ان حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائیں اور ان کی پامالی کرنے والے تمام عناصر کو جوابدہ ٹھہرائیں چاہے وہ کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں- اسی میں پاکستان کی بہتری ہے، تاکہ ہم ایک منصفانہ اور جمہوری معاشرہ قائم کر سکیں جہاں شہریوں کو اُن کے ٹیکس کے پیسوں سے چلنے والے نظام اور حق رائے دہی کی بنیاد پر قائم نظم ونسق پر رائے زنی پر زیرعتاب نہ آنا پڑے- آف لائن اور آن لائن میڈیا میں معلومات کے شفاف بہاؤ کے بغیر نہ تو شفاف انتخابات ہو سکتے ہیں اور نہ ہی حقوق کا تحفظ ممکن ہے-